مریم

سورہ نمبر 19

تنزیلی نمبر 19

آیات 98

پارہ 16

مکی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورہ مریم

فضیلت سورہ مریم

📖 امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا، جو پابندی کے ساتھ سورہ مریم کی تلاوت کرتا رہے گا وہ مرنے سے قبل اپنی ذات اپنے مال اور اپنی اولاد کے بارے میں مستغنی ہوجائے گا اور آخرت میں وہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہم السلام کے اصحاب میں سے ہوگا اور اسے دنیا میں سلیمان بن داؤد کے ملک جتنا عطا کردیا جائے گا۔ (خصوصیات و فوائد قرآن ، ثواب الاعمال)

📖 امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو بھی اسے لکھ کے شیشے کے صاف ایک ایسے برتن میں رکھ دے جس کا دھانہ تنگ ہو تو اس کے گھر میں خیر بڑھ جائے گا اور اسے خواب میں نیکیاں دکھائی دیں گی جس طرح وہ اپنے گھر والوں کو اپنے گھر میں دیکھتا ہے۔ اور اگر اسے گھر کی دیوار پر لکھا جائے تو حادثات اور مصیبتوں سے بچا رہے گا اور گھر میں جو کچھ ہے وہ محفوظ رہے گا اور ڈرنے والا اگر اس کا پانی پی لے تو اللہ تعالٰی کے حکم سے امن و امان میں رہے گا۔ (خصوصیات و فوائد قرآن)

📖 امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جو بھی کسی بادشاہ (حاکم) کے پاس جائے اور اس کا خوف دامن گیر ہو تو اس کے سامنے جاکر "کٰھٰیعص" پڑھے اور اپنے دائیں ہاتھ کو اپنی جانب سمیٹ لے اور حرف پڑھتے ہوئے ایک ایک انگلی کو سمیٹتا رہے پھر "حٰمعسق" پڑھے اور بائیں ہاتھ کی انگلیوں کو اس طرح سمیٹ لے پھر یہ آیت پڑھے "۞ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ۗ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا (طہ، 20:111)" اور اسے پڑھ کر اپنی انگلیاں اس کے سامنے کھول دے اس کے شر سے محفوظ رہے گا۔ (انشاء اللہ) (خصوصیات و فوائد قرآن، عدۃ الداعی)

مقام و تاریخ نزول

📖 اگرچہ ماہ و سال کا تعین تو نہیں کیا جاسکتا۔ مگر تاریخی قرائن شہادت دیتے ہیں کہ یہ سورہ مبارکہ بعثت کے پانچویں سال سے پہلے اتری ہے۔ کیونکہ ہجرت حبشہ پانچ بعثت میں واقع ہوئی تھی۔

اور جب کفار قریش کے اکابر کی بے پناہ کوششوں کے باوجود نجاشی مسلمان مہاجرین کو حبشہ سے نکالنے پر آمادہ نہ ہوا، جو گیارہ مرد اور چار خواتین تھیں، پھر یکے بعد دیگرے چند دن کے اندر اندر مہاجرین کی تعداد 83 مرد 11 خواتین اور 7 غیر قریشی مسلمان 101 ہوگئی۔ تو ان کفار مکہ نے نجاشی کے دل میں مسلمانوں کے خلاف نفرت کا بیج بونے کے لئے تاکہ وہ

مشتعل ہوکر مسلمانوں کو وہاں سے نکال دے۔ یہ غلط پروپیگنڈہ کیا کہ مسلمان جناب عیسیٰؑ کے بارے میں بڑا غلط نظریہ رکھتے ہیں۔ چناچہ جب نجاشی نے مہاجرین کو دربار میں بلا کر جناب عیسیٰؑ کے بارے میں اپنا عقیدہ بیان کرنے کو کہا تو جناب جعفر طیارؓ نے بڑی مومنانہ جرات و بے باکی کے ساتھ سورہ مریم کا دوسرا رکوع پڑھنا شروع کیا جس میں جناب مریمؑ اور جناب عیسیٰؑ کا ذکر خیر کیا گیا ہے۔

دربار میں سناٹا تھا جناب جعفر سورہ مریم کی تلاوت کر رہے تھے، اور نجاشی برابر رو رہا تھا یہاں تک کہ اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی اور جناب جعفر کی تلاوت ختم ہونے کے بعد نجاشی نے ایک تنکا اٹھا کر کہا کہ جناب عیسی کے بارے میں تم نے جو کچھ بیان کیا جناب عیسٰی اس سے اس تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں۔ اس طرح کفار قریش کی سازش بھی ناکام ہوئی۔ (فیضان الرحمٰن)

📖 جب کفار مکہ کے مسلمانوں پر مظالم کی انتہا ہوئی تو رسول اللہؐ کے حکم پر کچھ مسلمانوں نے حضرت جعفر بن ابی طالبؑ کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کی، مکہ کے کافروں نے کہا اگر مسلمانوں کو اسی مقام پر قدرت حاصل ہوگئی اور انہوں نے اپنی حکومت بنالی وہ ہماری بت پرستی کو جڑ سے اکھاڑ پھینک دیں گے، تو انہوں نے عمروعاص کی قیادت میں کچھ لوگوں کو نجاشی کے وزیروں کے لئے تحفے کے ساتھ حبشہ کی طرف روانہ

کردیا، جب وہ حبشہ پہنچے تو انہوں نے اپنے تحفے ان کے حوالے کیے تاکہ نجاشی مسلمانوں کو اپنے ملک سے نکال باہر کرے لیکن نجاشی نے حکم دیا کہ مسلمانوں کو اس کے پاس حاضر کیا جائے تاکہ وہ ان کے موقف کو سنے۔

جب مسلمان اس کے دربار میں حاضر ہوئے تو جناب جعفر نے اپنی گفتگو کا آغاز کیا اور اپنی تقریر میں بت پرستی کی ظلمت اور زمانہ جاہلیت کے مظالم و خرافات کو بیان کیا بعدازایں اسلام کے آفتاب کے طلوع کی بات کی اور حضرت محمدؐ کے دین کی نورانیت پر روشنی ڈالی یہ سن کر نجاشی رو پڑا اور قریش کے تحفے انہیں واپس کردیئے اور کہا اللہ نے مجھے بہت کچھ دے رکھا ہے مجھے اس رشوت کی ضرورت نہیں ہے میں تم سے یہ رشوت کیوں وصول کروں؟ یہ محفل مسلمانوں کے حق میں رہی اور کافروں کے خلاف گئی۔

عمروعاص اور اس کے ہمراہی اس شکست کے بعد سوچ و بچار میں پڑگئے انہوں نے اپنے ہاں ایک نیا منصوبہ تیار کیا اور دوسرے دن پھر دوبارہ نجاشی کے دربار میں آدھمکے اور نجاشی کو ان کے دین پر غیرت دلاتے ہوئے کہا کہ ان مسلمانوں کا عقیدہ تمہارے عقیدہ کی ضد ہے، نجاشی نے دوبارہ مسلمانوں کو اپنے ہاں بلایا جب مسلمان اس کے دربار میں آگئے تو اُس نے ان سے حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں پوچھا حضرت جعفر طیارؑ نے اس کے جواب میں سورہ مریم کی کچھ آیات اس کے سامنے تلاوت کیں

اور فرمایا "ذٰ لِكَ عِيسَـــى ابنُ مَريَمَ ۚ قَولَ الحَـــــقِّ الَّذِى فِيـهِ يَمتَرُونَ ٣٤.

جب نجاشـــی نے ان نورانی آیات کو ســـنا تو اس کے آنســـو جاری ہوگئے اور کہا جی ہاں یہ ســـب کچھ حق ہے جب عمروعاص نے دوبارہ شـکسـت کھائی اور ذلت و رسـوائی اس کے دامن گیر ہوئی تو اس نے پھر کوئی نئی چال چلنے کے لئے لب کشـــائی کی تو نجاشـــی نے اس کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ رســید کردیا۔ (تفســیر نور، ج 5، ص316، اردو)

کھیعص

1- كٓهٰيٰعٓصٓ ۚ﴿١﴾

کاف ھا یا عین صاد

(اظھر)

📖 معانی الاخبار میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے:

كٓهٰيٰعٓصٓ یعنی: انا الکافی الھادی الولی العالم الصادق الوعد ..... (معانی الاخبار صفحہ ۲۲)

یعنی میں ہی کافی، ہدایت دہندہ، کارساز، عالم اور وعدے کا سچا ہوں۔

حدیث کا اشارہ اس طرف ہے کہ کاف سے کافی ، ھاء سے ھادی ، یاء سے ولی ، عین سے عالم ، صاد سے صادق ہے۔

شیعہ سنی مصادر میں یہ بات کثرت سے روایت میں آئی ہے کہ مولائے مؤحدین حضرت علی علیہ السلام اپنی دعاؤں میں خاص کر دشمن کے ساتھ مقابلے کے وقت یا كٓهٰيٰعٓصٓ کہ کر پکارتے تھے۔

(الکوثر فی تفسیر القرآن)

✎ "کھیعص" پورے قرآن میں ایک ہی بارآیا ہے اس سورۃ میں۔

✎ سورہ "ن قلم" کے آخر میں ہم نے حروف مقطعات کا ایک زاویہ/ ایک نقطہ نظر پیش کیا تھا۔ کہ "حروف کی ابتداء/origin" پر اگر

ریسرچ کی جائے تو کیا پتہ حروف مقطعات کو سمجھنے میں کچھ مدد مل سکے۔

- **اس حساب سے اگر دیکھیں تو:**
ک – کاف کا مطلب ہے، ہتھیلی، اور آج تک عربی و عبرانی میں کاف مطلب ہتھیلی ہی ہے۔ آرامی اور دوسری زبانوں میں اسے "کاپ" کہتے۔ (اور انگریزی کا cup بھی ممکن ہے اسی سے ماخوذ ہو۔)
- **ھ – ھا: مطلب ہے: پکارنا**
- **ی – یا: مطلب ہے "ید"، ید مطلب ہاتھ**
- **ع – عین: مطلب "آنکھ"**
- **ص – صاد: مطلب "پودا"، یا "صادق"۔**

- **اب ان سب کو ملا کر کیا مفہوم بنتا ہے؟ – واللہ اعلم – لیکن ایک rough idea یہ بن سکتا کہ، اس سورۃ میں "اللہ کے "صادق" بندوں نے "ہاتھ" اٹھا کر اللہ سے دعا کی اللہ کو "پکارا" تو اللہ نے ان کی "آنکھیں" ٹھنڈی کی (دعا قبول کی)۔**

- **ایک آیت سورہ ص میں نظر سے گزری۔**
- وَ اذۡکُرۡ عِبٰدَنَاۤ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ اِسۡحٰقَ وَ یَعۡقُوۡبَ اُولِی الۡاَیۡدِیۡ وَ الۡاَبۡصَارِ﴿ص، 38:45﴾
اور ذکر کرو ہمارے بندوں ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کا جو ہاتھوں اور آنکھوں والے تھے۔
- **یہ آیت بتاتی ہے اللہ کے "صادق" بندے "ید" اور "عیون/ابصار" والے تھے، جو صرف اُس کے "پکارتے" تھے۔**

ص / صادق

- "ص" قرآن میں ٹوٹل تین بار آیا۔ سب سے پہلے "سورہ ص" میں، جس پر ہم نے کچھ روشنی وہاں ڈالی۔ پھر "سورہ اعراف میں – المص"... اور اب تیسری آخری بار "کھیعص"۔
- "ص" کے دو مفہوم ہوسکتے یا "صادقین" یا "نیا پودا سے نئیں زندگی۔"
- "ص" سے اگر "پودا" مراد لیں۔ یعنی نیا پودا، ایک نئیں زندگی کا وجود... تو حضرت آدم علیہ السلام تنزیلی اعتبار سے سب سے پہلے سورہ "ص" میں آیا۔ پھر فوراً بعد سورہ اعراف میں آیا "المص"۔ پر اس سورہ مریم میں "خلقتِ آدم" کا ذکر تفصیل سے تو نہیں پر لفظ "آدم" (آدم کی ذریت کے طور پر) آیت 58 میں ضرور آیا۔ (یعنی ہر انسان کا وجود اپنے آپ میں ایک نئیں پودے کی مثل ہے)

دوسرا اس سورۃ میں اسی حوالے سے کئی "بچوں" کی ولادت کا ذکر ہے جو اللہ کے "صادق" بندے تھے جیسے "یحیٰ"، "عیسیٰ"، "اسحاق"، "یعقوب" و اسماعیل" علیھم السلام۔

- صاد سے صادق / صدیق، اگر مراد لیں۔ تو یہ چیز تینوں سورتوں میں common ہے۔

1. سورہ ص ("ص")، میں اللہ تعالیٰ فوکس ہی اپنے صادق بندوں پر کرتے، جو بہت "اواب" رجوع کرنے والے، لوٹ کر آنے والے بندے تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت ایوب علیہ السلام... جن سے کچھ خطائیں سرزد ہوئیں پر اواب بندے تھے، سجدے میں گر گئے، معافی مانگی، رجوع کیا اور لوٹ آئے۔ مزید اپنے کچھ مخلص بندوں کا ذکر کرتے ہیں: حضرت ابراہیم، اسحاق، یعقوب علیہم السلام، اور حضرت اسماعیل، الیسع، ذوالکفل علیہم السلام۔
مزید اس سورہ کے آخر میں حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت کا ذکر (تنزیلی اعتبار سے) پہلی بار آتا۔

2. **سورہ اعراف میں (المص) چند انبیاء اور ان کی قوم کا تفصیل سے ذکر ہوا۔ پہلے حضرت آدم علیہ السلام کا پہلی خلقت کا ذکر، پھر آیت 59 سے (شروع کرتے) حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام، اور حضرت موسٰی علیہ السلام کا تفصیل سے ذکر۔**

3. **اس سورہ مریم (کھیعص) میں بھی اللہ تعالٰی کی یہی سنت برقرار ہے۔**
ذکر کرو میرے بندے ذکریاؑ کا، جس کو ہم نے یحیٰؑ عطا کیا۔
ذکر کرو کتاب میں مریمؑ کا، جن کو حضرت عیسٰیؑ عطا کیا۔
اور ذکر کرو میرے بندے ابراہیمؑ کا (آیت 41)، جنہیں ہم نے اسحاق و یعقوب عطا کیے۔ وَجَعَلنَا لَهُم لِسَانَ صِدقٍ عَلِيًّا (اور اس آیت میں لفظ "لسن صدق" بھی آگیا۔۔ صادق سے۔)

کتاب میں موسٰیؑ کا بھی ذکر کرو (آیت 51)۔ اور ہم نے انہیں بھائی ھارون عطا کیا۔

کتاب میں اسماعیلؑ کا ذکر کرو (اِنَّه كَانَ صَادِقَ الوَعدِ)، جو وعدے کے "صادق" تھے۔

کتاب میں ادریسؑ کا بھی ذکر کرو (وہ صدیق نبی تھے)

2۔ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا﴿٢﴾

ذکر تیرے رب کی رحمت کا، اپنے بندے زکریا (پر)

(اظھر)

آل عمران، 3:37

یہ اس رحمت کا ذکر ہے جو تیرے رب نے اپنے بندے زکریا پر کی۔

(وحیدالدین)

- اَلذِّكْرُ وَالتّذْكَارُ ۔کسی چیز کو محفوظ کرلینا۔ کسی بات کا دل میں حاضرکر لینا۔ یہ لفظ نَسْئٌ کے مقابلہ میں آیا ہے [6:68]۔ نَسْئٌ کے معنی ہوتے ہیں کسی بات کو بھلا دینا۔ لہٰذا ذِكْرٌ کے معنی ہوئے کسی بات کو یاد کرنا۔ (لغات القرآن)

- رَبٌّ ۔ کے معنی نشوونما دینا ہیں۔ یعنی کسی چیز کو نئی نئی تبدیلیوں سے اس لیے گزارنا کہ وہ بتدریج نشوونما پاتی ہوئی اپنی تکمیل تک پہنچ جائے***(راغب)۔ (لغات القرآن)

- جناب زکریاؑ جناب ہارونؑ کی نسل سے تھے اور بنی اسرائیل کے دور کے عظیم نبی تھے اور رشتہ میں جناب مریم کے خالو تھے

اور آپ کے والد ماجد جناب عمران کی وفات کے بعد جناب مریم کی پرورش کی سعادت بھی آپ کو حاصل ہوئی۔

✎ یاد رہے، بنی اسرائیلی میں"امامت" صرف "لاوی" خاندان میں حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل چلتی تھی۔ اور حضرت زکریا کی زوجہ Elizabeth بھی لاوی خاندان سے تھی۔ حضرت یحیٰ علیہ السلام کی ولادت کا ذکر انجیل کتاب لوقا میں کچھ اس طرح مذکور ہے۔

🕮 "5یہودیہ کے بادشاہ ہیرودیس کے زمانے میں ایک امام تھا جس کا نام زکریاہ تھا۔ بیت المُقدّس میں اماموں کے مختلف گروہ خدمت سرانجام دیتے تھے، اور زکریاہ کا تعلق ابیاہ کے گروہ سے تھا۔ اُس کی بیوی امامِ اعظم ہارون کی نسل سے تھی اور اُس کا نام الیشبع تھا۔ 6میاں بیوی اللہ کے نزدیک راست باز تھے اور رب کے تمام احکام اور ہدایات کے مطابق بےالزام زندگی گزارتے تھے۔ 7لیکن وہ بےاولاد تھے۔ الیشبع کے بچے پیدا نہیں ہو سکتے تھے۔ اب وہ دونوں بوڑھے ہو چکے تھے۔" (بائیبل، لوقا، باب 1)

✎ آیت 44 کے ضمن میں تفسیر نمونہ نے اس بات کی نشاندہی کی کہ اس سورہ میں "رحمٰن" کا ذکر 16 بار آیا ہے۔
اور "رحمت" بھی شامل کردیں تو 18 ہوجائیگا۔
یعنی اس سورہ میں رب کی "رحمت کا ذکر" فوکس میں ہے،

اس طرح کہ شروعات ہی کچھ اس طرح ہوتی کہ
"ذکر کرو اپنے رب کی رحمت کا" ...
پھر اس طرح تدریجاً وہ سارے رب کی رحمت کے اذکار شروع ہوتے، جو اس نے اپنے صادق بندوں پر کیے۔
اس لیے آیت کے اس پہلے حصہ کا ترجمہ الگ سے ہونا چاہیے۔
"ذکر کرو اپنے رب کی رحمت کا"

✎ عربی متن میں "پر" اس آیت میں نہیں آیا۔
یعنی "ذکر کرو اپنی رب کی رحمت کا جو اس نے اپنے بندے زکریا "پر" کیا"
اس طرح کا ترجمہ، جو عموماً سب نے کیا، کرنے سے عمومی طور اس ایک آیت کا مفہوم تو سمجھ میں آجاتا، پر دو چھوٹی سے باریک بینیوں کو نظر انداز کیا جارہا۔ ایک تو اس طرح ترجمہ کرنے سے "رب کی رحمت" حضرت زکریا کے لیے مخصوص ہوجاتی۔ حالانکہ سورۃ کے حساب سے یہ "رحمت" آخر تک چلتی ہے۔

دوسرا یہ کہ عربی متن میں لفظ "علٰی"نہیں ہے، اس لیے حضرت زکریا کے ذکر کو اگر آگے کی آیت سے ملا کر پڑھیں تو معنیٰ سمجھ میں آجاتی ہے، جو کچھ اس طرح بن سکتی:
"ذکر کرو اپنے رب کی رحمت کا۔ اس کے بندے زکریا نے جب پکارا اپنے رب کو چپکے سے۔"

3۔ اِذۡ نَادٰی رَبَّہٗ نِدَآءً خَفِیًّا﴿۳﴾

جب انہوں نے اپنے رب کو ندا دی، ندا خفیہ۔
(اظھر)

اعراف، 7:55
اعراف، 7:205
هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ۚ(آل عمران، 3:38)

📖 اَلْخَافِیَةُ۔ عَلَانِیَةٌ کی ضد ہے۔ یعنی چھپنا۔ پوشیدگی۔ نیز چھپی ہوئی چیز۔ (لغات القرآن)

📖 نِدَآءً خَفِیًّا: شاید جناب زکریا نے اپنے دل میں دعا اس لئے مانگی تھی کہ لوگ اُس سے مذاق نہ کریں کیونکہ وہ اپنے بڑھاپے کی منزل میں اپنے خدا سے بیٹا چاہتے تھے۔ "ندا خفیا" (تفسیر نور)

✎ اگرچہ اللہ تعالیٰ بلند و مخفی سب جانتا ہے:

وَاِنۡ تَجۡهَرۡ بِالۡقَوۡلِ فَاِنَّهٗ يَعۡلَمُ السِّرَّ وَاَخۡفٰی ۷ (طه، 20:7)
اور تم چاہے اپنی بات پکار کر کہو، وہ چپکے سے کہی ہوئی بات کو جانتا ہے اور اس سے زیادہ خفی بات کو بھی۔

✎ اور دعا کے معاملے میں، قرآن کی آیات دلیل ہیں کہ اللہ کو خشوع و خضوع کے ساتھ مخفی انداز سے پکارا جائے، (رات کی تنہائی میں، سجدے میں سر رکھ کر) تو یہ زیادہ اثر رکھتی ہے۔

4۔ قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ وَہَنَ الۡعَظۡمُ مِنِّیۡ وَ اشۡتَعَلَ الرَّاۡسُ شَیۡبًا وَّ لَمۡ اَکُنۡۢ بِدُعَآئِکَ رَبِّ شَقِیًّا ﴿۴﴾

کہا: اے میرے رب! میری ہڈیاں کمزور ہوگئی اور میرا سر بڑھاپے سے چمک اٹھا ہے، اور میں تجھ سے دعا مانگ کرکبھی محروم نہیں رہا!
(اظھر)

5۔ وَ اِنِّیۡ خِفۡتُ الۡمَوَالِیَ مِنۡ وَّرَآءِیۡ وَ کَانَتِ امۡرَاَتِیۡ عَاقِرًا فَہَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ وَلِیًّا ۙ﴿۵﴾

اور مجھے اپنے پیچھے اپنے رشتہ داروں کا خوف ہے اور میری بیوی بھی بانجھ ہے پس تو اپنے پاس سے مجھے ایک ولی (وارث) عطا فرما۔
(اظھر)

✎ ایک شاگردانہ سا سوال اٹھتا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے یہ دعا پہلے کیوں نہ مانگی، حتٰی کہ پڑھاپے کو آپہنچھے؟ جب کہ وہ خود کہتے "میں تجھ سے دعا مانگ کر کبھی محروم نہیں رہا۔"

اسکا ایک جواب تو سادہ سا یہ ہوسکتا، اللہ کے بندے، اللہ کی رضا میں راضی رہتے، جب وہ دیکھ رہے مجھے اولاد نہیں ہورہی، تو اسی میں اپنے لیے بھلائی سمجھی... اور اس طرح ان کی زندگی کٹ گئی۔

پر بڑھاپے میں بیبی مریم علیہ السلام کی کفلات کا ذمہ جب ان کو دیا گیا (جس کی تفصیل سورہ ال عمران آیت 37 میں ہے)، اور انہوں نے بیبی کے پاکدامنی اور عبادت کو دیکھا، اور بیبی کے کمرے میں جنت کے پھلوں کو موجود پایا... تو ان کی دل میں

بھی أولاد کی خواہش نے زور پکڑا کہ کاش مجھے بھی ایسـی أولاد ہوتی جو اللہ کی طرف اس طرح عبادت اور رجوع کرنے والی ہوتی۔

دوسـری بات: وہ خود اس آیت میں بول چکے "میں اپنے بعد اپنے رشـتہ داروں کا خوف رکھتا ہوں"۔ یعنی اپنی میراث کو لٹتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، اس لیے دعا کی کہ اگر مجھے اپنا صـحیح وارث مل جائے تو best ہوجائے۔

📖 **ہَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً ۔ (٣ آل عمران:٣٨)**
پروردگارا! مجھے اپنی عنایت سے صالح اولاد عطا کر،
یہاں ذریت کی جگہ ولی کا لفظ آگیا۔ لہٰذا ولی سـے مراد صـلبی اولاد ہے۔ (کوثر)

آدابِ دعا

✏ **یہ بات قابل غور ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ سـب جانتا ہے، وہ علیم بذات الصـدور ہے، پر اسـکے باوجود جب دعا مانگی جائے تو بندے کو چاہیے کہ سب دکھ درد اظھار کرے، اپنے کمزوری اور ناتوانی کو بیان کرے۔**
یہ اندازِ دعا ہے، جس کی جتنی بہتر اور اسـٹرانگ ہونگی، اس کی دعا قبولیت کے لیے اتنی اللہ کے نزدیک تر ہوگی۔ (اللہ تو انسـان کی کوشـش ہی دیکھتا ہے۔ اُس کوشـش میں انداز بیاں اور لفظوں کا چناؤ بھی کائونٹ ہوتا۔)

یہی چیز امام علی علیہ السلام کی دعائوں میں ملتی جیسے دعا کمیل، اور یہی چیز امام زین العابدین علیہ الســلام کے صــحیفہ سجادیہ کی دعائوں میں ملتی۔

- اے اللہ میں ســوال کرتا ہوں جھکے ہوئے گرے ہوئے ڈرے ہوئے کی طرح کہ مجھ سے چشم پوشی فرما مجھ پر رحمت کر اور مجھے اپنی تقدیر پر راضی و قانع اور ہر قسم کے حالات میں نرم خو رہنے والا بنا دے

- یااللہ میں تجھ سے سـوال کرتا ہوں اس شـخص کیطرح جو سـخت تنگی میں ہو ســختیوں میں پڑا ہواپنی حاجت لے کر تیرے پاس آیا ہوں اور جو کچھ تیرے پاس ہے اس میں زیادہ رغبت رکھتا ہوں

- اے اللہ تیری عظیم سـلطنت اور تیرا مقام بلند ہے تیری تدبیر پوشـیدہ اور تیرا امر ظاہر ہے تیرا قھر غالب تیری قدرت کارگر ہے اور تیری حکومت سے فرار ممکن نہیں

- خداوندا میں تیرے ســوا کسیـ کو نہیں پاتا جو میرے گناہ بخشــنے والا میری برائیوں کو چھپانے والا اور میرے برے عمل کو نیکی میں بدل دینے والا ہو تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے اور حمد تیرے ہی لیے ہے

- میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا اپنی جہالت کی وجہ سے جرأت کی اور میں نے تیری قدیم یاد آوری اور اپنے لیے تیری بخشش پر بھروسہ کیا ہے

- اے اللہ میرے مولا کتنے ہی گناہوں کی تو نے پردہ پوشی کی اور کتنی ہی سخت بلاؤں سے مجھے بچالیا

- کتنی ہی لغزشیں معاف فرمائیں اور کتنی ہی برائیاں مجھ سے دور کیں تو نے میری کتنی ہی تعریفیں عام کیں جن کا میں ہرگز اہل نہ تھا

- اے معبود! میری مصیبت عظیم ہے بدحالی کچھ زیادہ ہی بڑھ چکی ہے میرے اعمال بہت کم ہیں، گناہوں کی زنجیر نے مجھے جکڑ لیا ہے

لمبی آرزوؤں نے مجھے اپنا قیدی بنا رکھا ہے دنیا نے دھوکه بازی سے اور نفس نے جرائم اور حیله سازی سے مجھ کو فریب دیا ہے

پوری دعا اس لنک پر پڑھی جا سکتی۔ (دعا کمیل)

https://mafatih.net/?p=2800

انبیاء کی وراثت

6۔ یَّرِثُنِیۡ وَ یَرِثُ مِنۡ اٰلِ یَعۡقُوۡبَ ٭ۖ وَ اجۡعَلۡہُ رَبِّ رَضِیًّا﴿۶﴾

جو میری اور اولاد یعقوب کی میراث کا مالک ہو، اوراے میرے رب اس کو اپنا پسندیدہ بنا۔

(جالندھری + وحیدالدین)

رضیا: سورۃ مریم میں ہے کہ حضرت زکریا ؑنے خدا سے بیٹے کی دعا مانگی اور کہا وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا [19:6]۔ یہاں رَضِیّاً کے معنی یا تو محبوب و مقبول کے ہیں۔ اور یا یہ کہ وہ تیرے احکام کے مطابق زندگی بسر کرنے والا ہو۔ تاج میں رَضِیٌّ کے معنی مطیع بھی لکھے ہیں۔ (لغات القرآن)

اس مقام پر، تفاسیر میں "انبیاء کی وراثت" ڈسکس ہوتی ہے۔
کیونکہ پس منظر میں "باغ فدک" کا پورا معاملہ سامنے آجاتا ہے۔

سنی کے نزدیک "انبیاء کی وراثت نہیں ہوتی"
جیسا کہ بیبی فاطمہ (سلام اللہ علیہا) اپنے بابا کی وفات کے بعد کے باغ فدک (جو اللہ تعالٰی نے نبی کریم کو گفٹ دلوایا تھا، جس پر قرآن کی یہ آیت اتری:

"وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ..."
ترجمہ: "جو مال اللہ نے اپنے رسول کو ان (یہودیوں) سے دلایا جس پر تم نے نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ، وہ سب اللہ اور اس کے رسول کا ہے...
(سورہ الحشر 59:6)"

—— کا مطالبہ کرنے حضرت ابوبکرؓ پاس گئی، تو انہیں یہ حدیث بیان کر کے دینے سے منع کیا:

میں نے سنا" :نحن معاشر الأنبیاء لا نورث، ما ترکناہ صدقة".

"ہم انبیاء کی وراثت نہیں چھوڑی جاتی، جو ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔" (بخاری، 3712، 3092)

✎ پھر جب انبیاء کی وراثت کی آیات قرآنی سے ثابت ہوجاتی، تو پھر متشرحین کو جملے میں تھوڑا اضافہ کرنا پڑا "مالی وراثت نہیں ہوتی"!

⇦ شعیہ کہتے "انبیاء کی وراثت ہوتی ہے۔"

1. اور قرآن کی کئی آیات خود اس پر دلیل ہیں۔ (اور کہیں کوئی استثناء نہیں ملتا کہ انبیاء کی وراثت نہیں ہوتی یا مالی وراثت نہیں ہوتی)
2. تاریخی واقعات سے ثابت ہے۔
3. اور اگر "انبیاء کی مالی وراثت نہ ہونے کی کوئی بات ہوتی" تو نبی کریمﷺ اپنی اولاد (فاطمہ و علی) کو ضرور بتا کر جاتے۔
4. جبکہ نبی کریمﷺ کے دیگر "مالی وراثت" ازواج میں ضرور تقسیم ہوئی۔ جیسے ان کے حجرے وغیرہ۔

اور کچھ خاص تبرکات مولا علی علیہ السلام کے پاس رہے۔ (جیسے تلوار – ذولفقار۔ انگوٹھی - بعض روایات کے مطابق نبیؐ کی انگوٹھی (جس پر "محمد رسول اللہ" کندہ تھا) حضرت علیؑ کے پاس پہننے یا حفاظت کے لیے رہی۔ عصا - نبیؐ کی چھڑی، جو ایک علامتِ امامت اور نبوت تھی، حضرت علیؑ کے پاس تھی۔ یہ بعد میں اہل بیتؑ کے آئمہ کے پاس منتقل ہوتی رہی۔ درع نبوی (زرہ) - جنگوں میں نبی کریم ﷺ جو زرہ پہنا کرتے تھے، وہ بھی حضرت علیؑ کے پاس رہی۔ یہ زرہ علامتِ جہاد اور امامت تھی۔، عمامہ (سیاہ عمامہ – سحاب)

نبیؐ کا مخصوص عمامہ "سحاب" بھی حضرت علیؑ کے پاس تھا، اور آئمہؑ کے پاس منتقل ہوتا رہا۔ مہریں اور خطوط نبیؐ کے کچھ مہر ثبت خطوط اور فرامین بھی حضرت علیؑ کے پاس محفوظ تھے۔ وغیرہ)

- کیا انبیاء کبھی مال و دولت نہیں رکھتے تھے؟ یا انبیاء کبھی دنیاوی مال و دولت کی اللہ سے دعا نہیں کرتے تھے؟

- حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالٰی نے وسیع و عریض زمین دینے کا وعدہ کیا تھا... جس وجہ سے وہ سفر پر نکلے، جس سفر میں ان کو بیبی ہاجرہ بھی ملی، اور وہ اُس Promised Land کنعان کی زمین پر پہنچے، جو اللہ کی طرف سے اُن کو (اُس دور میں) ملی۔
- فَقَدۡ اٰتَيۡنَاۤ اٰلَ اِبۡرٰهِيۡمَ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَاٰتَيۡنٰهُمۡ مُّلۡكًا عَظِيۡمًا (نساء، 4:54)

ہم نے آل ابراہیم ؑ کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی اور انھیں بہت بڑی ملک بھی دیے۔

حضرت یوسف علیہ السلام تو وقت کے بادشاہ کے وزیر تھے۔
اور حضرت داؤد علیہ السلام تو تھے ہی بادشاہ۔
حضـــرت ســـلیمان علیہ الســـلام کی دعا تو قرآن میں ہی ہے، کہ "مجھے ایســی حکومت عطا کور جو میرے بعد کســی کو نہ ملے" (ص/35)
حضـــرت ایوب علیہ الســـلام کا ذکر بھی قرآن میں ہے کہ وہ بہت مالدار تھے۔

اور موجودہ بائبل کی کتاب زبور میں حضـــرت زکریا کی دعائیں کچھ اس طرح آتی ہیں:

- **"بادشاہ زندہ باد! سبا کا سونا اُسے دیا جائے۔ لوگ ہمیشہ اُس کے لئے دعا کریں، دن بھر اُس کے لئے برکت چاہیں۔**
ملک میں اناج کی کثرت ہو، پہاڑوں کی چوٹیوں پر بھی اُس کی فصـــلیں لہلہائیں۔ اُس کا پھل لبنان کے پھل جیســـا عمدہ ہو، شـــہروں کے باشـــندے ہریالی کی طرح پھلیں پھولیں۔" (زبور، 72:15)

- **"جب قرعہ ڈالا گیا تو مجھے خوش گوار زمین مل گئی۔ یقیناً میری میراث مجھے بہت پسند ہے۔" (زبور، 16:6)**

✎ یعنی قرآن، آســمانی کتابیں، اور انبیاء کہ تاریخ میں یہ چیز ملتی ہے کہ انبیاء "مالی دولت" (زمین، گھر، مال مویشی، سونہ چاندی وغیرہ) رکھتے تھے۔ بلکہ دعائیں بھی مانگتے تھے اور مل جانے پر خوشی کا اظہار بھی کرتے تھے۔
جب انبیـاء مـال ملکیـت رکھتےتھے، تو انبیـاء کے وارث بھی ہوتے ہیں۔ اور تاریخ و قرآن اس بات کا ثبوت ہے۔
(اس مال ملکیت اور زمین کا کوئی فائدہ نہیں، اگر انبیاء نہ وارث رکھتے ہوں، اور نہ اپنا جانشین نامزد کر کے جاتے ہوں۔)

🕮 دوسـرا اہم نکتہ یہ ہے کہ حضـرت زکریا علیہ السـلام اپنی اولاد کے علاوہ دوسـروں کے وارث ہونے پر رضـامند نہ تھے بلکہ ان کے وارث بننے کا خوف لاحق تھا۔
اس سـے یہ بات سـامنے آتی ہے کہ یہ مسـئلہ نبوت کی وراثت کا نہ تھا ورنہ نبوت کے کسی نا اہل کے پاس جانے کا خوف نہیں ہوتا۔ علم اور نہ تقویٰ کے غیر اہل کے پاس جانے کا خوف ہوتا ہے۔ لہٰذا حضــرت زکریا علیہ الســلام نے اپنے لیے اولاد کی دعا اس لیے کی تـاکـہ وہ اس گھر کے وارث بن جـائے۔ اس میں مـالی وراثـت بھی شامل ہے اور حقیقتاً وراثت مالی ہی ذہن میں آتی ہے۔(کوثر)

🕮 اعتراض کیا جاتا ہے: یہ کہنا کہ انبیاء کے لیے شایان شان نہیں ہے کہ وہ مالی وراثت کے لیے اس قدر اہمیت کے قائل ہو جائیں۔
جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی قباحت نہیں ہے کہ اللہ کے نیک بندوں کے پاس گھر مال و دولت ہو اور اس گھر کو صحیح مصرف

میں خرچ کرنے کے لیے صالح اولاد کی تمنا کریں۔ چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام کے بارے میں یہ بات ثابت ہے کہ آپؑ ہیکل بیت المقدس کے مسؤل تھے اور آپؑ کی زوجہ حضرت سلیمان کے خاندان کی ایک فرد تھیں تو عین ممکن ہے کہ اس خاندان کے پاس تحائف و نذورات اور وراثت کے ذریعے ایک معتدبہ دولت موجود ہو اور حضرت زکریا علیہ السلام اس دولت کے ذریعے انسانی خدمات انجام دے رہے ہوں اور اپنے بعد کے لیے غیر صالح مالی وارثوں سے خائف ہوں۔ (کوثر)

📖 چنانچہ حضرت فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا نے اس آیت سے فدک کی وراثت پر استدلال فرمایا۔ تفصیل کے ملاحظہ ہو سورة نمل آیت ۱۶۔ وَ وَرِثَ سُلَیۡمٰنُ دَاوٗدَ اور خطبہ فدک کا ہمارا ترجمہ۔ (کوثر)

📖 احتجاج طبرسی کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد جب اہلِ حکومت نے سیدہؑ کی میراث پر قبضہ کیا تو حضرت سیدہ اپنی میراث کا مطالبہ کرنے کے لیے مسجد میں گئیں اور جب اُنھوں نے اپنی میراث کا مطالبہ کیا تو فریق ثانی نے کہا کہ انبیاء کی میراث سرے سے ہوتی ہی نہیں ہے۔
اس کے جواب میں حضرت سیدہ نے "وورث سلیمٰن داؤد" اور "فھب لی من لدنک ولیا۔ یرثنی ویرث من اٰل یعقوب" کی آیات پڑھی کہ حضرت زکریا نے خدا سے اپنا وارث مانگا۔

پھر حضرت سیدہ نے فرمایا: اگر نبی کی میراث سرے سے ہوتی ہی نہیں تو پھر حضرت زکریا نے وارث کیوں مانگا؟ اور اللہ تعالٰی نے انھیں یحیٰی علیہ السلام کی صورت میں وارث کیوں عطا کیا اور پھر اس کا قرآن میں ذکر کیوں کیا؟ (تفسیر نورالثقلین، ج5 ص392)

📖 وَ وَرِثَ سُلَیۡمٰنُ دَاوٗدَ :حضرت سلیمان، حضرت داؤد علیہما السلام کے وارث بنے۔ کس چیز کے وارث بنے؟

ہمارا موقف یہ ہے کہ وہ مال و حکومت کے وارث بنے کیونکہ باپ کی وفات پر اس کا مال اولاد کی طرف منتقل ہو جاتا ہے لیکن علم و نبوت میں ایسا نہیں ہے کہ باپ کا انتقال ہوتے ہی باپ کا علم اولاد کی طرف منتقل ہو جائے۔ اسی طرح نبوت بھی ہے۔ چنانچہ باپ عالم ہوتا ہے، بیٹا جاہل۔ نبوت میں بھی ایسا ہے۔ باپ نبی ہیں، بیٹا نہیں۔

حتیٰ اگر باپ بیٹا دونوں نبی ہیں تو بھی بیٹے کی نبوت اللہ کی طرف سے ہے، باپ کی طرف سے نہیں۔ البتہ باپ کے بعد مسند نبوت پر فائز ہونے کی صورت میں مجازاً وارث کہتے ہیں۔

لہٰذا یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ میراث کا اطلاق مال پر حقیقتاً ہوتا ہے، علم و نبوت پر مجازاً۔ جیسے اِنَّ الۡعُلَمَاۗءَ وَرَثَۃُ الۡاَنۡبِیَاۗءِ ۔ (الکافی ۱: ۳۲) علماء انبیاء کے وارث ہیں ، میں علماء کو وارث کہا ہے۔ (تفصیل کوثر)

? جب مالی وراثت ثابت ہوگئی، تو اہل سنت بھائیوں کو اپنی بات درست کرے کے لیے بولنا پڑا "انبیاء کی علمی وراثت ہوتی ہے۔"

✎ اس بات پر عقلی طور پر اگر غور و فکر کریں تو: وراثت بنیادی طور پر ہوتی تو مال کی ہی ہے، یعنی دولت، زمین، مویشی، ذاتی چیزیں وغیرہ۔

اگر "مال" نکال دیں تو پیچھے کیا بچتا ہے، جو ایک دوسرے کو وراثت میں دی جائے؟

1. نبوت کی وراثت:

"نبوت" وراثت میں نہیں ملتی، یہ تو کلیئر ہے، اوپر مفسر کوثر نے بھی عقلی دلیل دی، اور ڈاکٹر اسرار احمد بھی کہتے، یہ رتبہ "وھبی" ہے... یعنی اللہ اپنی مرضی سے جس کو عطا کرے۔
(کوئی باپ کسی بیٹے کو اپنے طرف سے نبی نہیں بنا سکتا۔)

2. کتاب کی وراثت:

"کتاب کی وراثت" پر ہم تنزیلی پچھلی سورہ (فاطر/32) میں ہی پڑھ آئے۔ (ہم نے کتاب کا وارث اپنے بندوں میں ان کو بنایا جن کو مصطفٰی کرلیا، کچھ ظالم ہیں، کچھ معتدل، اور کچھ سبقت لے جانے والے۔)
اس آیت میں بھی میجارٹی سنی مفسرین کی راء ہے کہ "پوری امت مسلمہ" مراد ہے۔

3. جانشینی/خلافت کی وراثت:

یہ خاص ٹاپک ہے، جس کی بنیاد پر سنی شیعہ تو راہیں جدا جدا ہوگئیں۔

اہلسنت کے نزدیک نبی کریم ﷺ کوئی وارث، کوئی جانشین، کوئی خلیفہ نہیں چھوڑ کر گئے۔

بلکہ اس آیت کی روشنی میں "وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ" (شوریٰ، 42:38) امت کو "شوریٰ" پر چھوڑ کر گئے۔

جب جانشین نہیں تو مطلب وراثت بھی نہیں، چاہے مالی ہو یا علمی ہو یا کسی اور طرح کی ہو۔

(اور آج کے دور میں ایک عجیب سے دلیل دیتے، کہ اگر بناتے تو علی کو تو بالکل نہ بناتے کیونکہ وہ ان کے بیٹوں کے مثل تھے۔

اور یہی انکی دلیل اللہ تعالیٰ نے قرآن میں انہیں کے خلاف کردی کہ اوپر والی آیت میں حضرت زکریا علیہ السلام اپنے وراثت و جانشینی کے لیے "بیٹا" ہی مانگ رہے... اس سے پہلے سلیمانؑ حضرت داؤدؑ کے بیٹے تھے، حضرت یوسفؑ حضرت یعقوبؑ کے بیٹے تھے، حضرت اسماعیلؑ و إسحاقؑ حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے تھے... نبوت اگرچہ وھبی ہے، پر وہ بھی تاریخ سے ثابت ہے کہ اللہ نے بیٹوں میں ہی رکھی۔ یعنی اس حساب سے بھی امام علی اس خلافت و جانشینے کے زیادہ حقدار ٹھرے۔)

شـــعیہ کے نزدیک یہ رتبہ بھی "وھبی" ہے، نبوت کی طرح خلیفہ، جانشـــین و وصـــی بھی اللہ ہی منتخب کرتا، اور نبی اپنی زندگی میں اس کا انتخاب کر جاتا۔

دلیل کے طور پر سورہ قصص کی یہ آیت ہے۔

- **وَ رَبُّکَ یَخۡلُقُ مَا یَشَآءُ وَ یَخۡتَارُ ؕ مَا کَانَ لَہُمُ الۡخِیَرَۃُ ؕ سُبۡحٰنَ اللّٰہِ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ﴿۶۸﴾**
  تیرا رب پیدا کرتا ہے جو کچھ چاہتا ہے اور (وہ خود ہی اپنے کام کے لیے جسے چاہتا ہے) منتخب کرلیتا ہے ، یہ انتخاب ان لوگوں کے کرنے کا کام نہیں ہے۔ اللہ پاک ہے اور بہت بالا تر ہے اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

- **اور ســـورہ قصـــص میں اس آیت کے بعد قارون کا قصـــہ آتا جس میں قارون کو یہ اعتراض تھا کہ ہارون علیہ الســـلام کو یہ امامت کا رتبہ کیوں دیا گیا، ہمیں کیوں نہیں۔**

- **کراس ریفرنس میں قرآن میں کئی آیات آتی ہیں جو یہی درس دیتی کہ "اللہ ہی انتخاب" کرتا ہے۔ اللہ کے نظام میں اللہ کے بندوں پر نہیں چھوڑا جاتا۔**
  اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔

- **یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلۡنٰکَ خَلِیۡفَۃً فِی الۡاَرۡضِ (ص، 38:26)**
  اے داؤد، ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔

اور امامت کے متعلق بھی اللہ نے فرمایا:

- **قَالَ اِنِّیۡ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ ؕ (بقرہ، 2:124)**

اللہ نے کہا میں تم کو سب لوگوں کا امام بناؤں گا ابراہیم نے کہا اور میری اولاد میں سے بھی--

✎ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا پوری ہوئی، اور بنو إسحاق اور بنو اسماعیل میں سے کچھ امام بنے۔

وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا (انبیاء، 21:73)

? اب نبی کریم اللہ کے حکم سے کس کو منتخب کر کے گئے، وہ احادیث و روایات و تاریخ سے ثابت ہوجاتا ہے۔

✎ سب سے پہلے (بعثت کی شروعات میں ہی) دعوتِ ذوالعشیرہ کے موقع پر واضح طور پر بیان کر گئے۔ (ان هذا اخي ووصيي و خليفتي فيكم فاسمعوا له و اطيعوه.) (چیک شعراء، 26:214)

2. پھر آخر میں غدیرِ خم پر کھلم کھلا اعلان کر گئے (من كنت مولاه فهذا علی مولا)

3. جنگ تبوک پر اپنا "ہارون" بنا کر پیچھے امت میں چھوڑ گئے، اپنے خلیفہ کے طور پر۔ ("أنت مني بمنزلة هارون من موسى، إلا أنه لا نبي بعدي" "اے علی! تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی، سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔"بخاری، 3706، مسلم 2404، تاریخ طبری، ج9، ص51 انگلش)، (یاد رہے، حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنی سپورٹ کے لیے حضرت موسٰی نے خود سے نہیں منتخب کیا تھا، بلکہ اللہ

سے درخواست کی تھی، اور اللہ نے وہ درخواست منظور کی۔ یعنی حضرت موسٰی نے ہارون کو خود سے خلیفہ جانشین نہیں بنایا تھا، بلکہ اللہ نے بنایا تھا۔ حضرت موسٰی نے صرف درخواست کی تھی۔)

4. مواخات والے دن نبی کریمﷺ علی کو اپنا بھائی بنا کر، سیدۃ النساء کا نکاح امام علی سے کر کے، حسن حسین کو اپنا بیٹا بول کر۔ اور آیت تطہیر میں حدیث کساء میں ان کو لاکر واضح پیغام دیا کہ اگر "قرابت" ہی کا کوئی معیار ہوگا تو یہ ہیں میرے قرابت دار،(آیت مودت، 42:23)، اور یہ ہیں میرے "اہلِ بیت" (آیت تطہیر)، اور یہ ہیں وہ ہستیاں جو آیت مباہلہ میں نبی کی اولاد ہیں، نبی کی بیٹیاں ہیں، اور نبی کی اپنی "جان" ہیں۔ (اگر تمہاری شوریٰ میں "قرابت" معیار ہیں، تو یہ ہیں میرا خاندان۔ میرے قرابت میں سب سے قریب۔ اور میرے وارث۔

5. اور عملی طور پر سورۃ توبہ کی تبلیغ پر بھی واضح کیا۔

⇦ نبی کریم ﷺ نے ابتدائی طور پر حضرت ابو بکرؓ کو سورہ توبہ کی آیات دے کر مشرکین کو پڑھ کر سنانے اور اعلانِ براءت (عہد ختم کرنے) کے لیے روانہ فرمایا۔

مگر وحی آئی کہ:

" یہ اعلان یا تو خود نبی کرے یا نبی کا کوئی ایسا فرد جو اُس سے ہو (مِنْہُ)"۔

⇦ پھر نبی ﷺ نے حضرت علیؑ کو فوری روانہ کیا، فرمایا:

"لا يُـبـلِّـغُ عـنّـي إلا أنـا أو رجـلٌ مـنـي"
(میری طرف سے کوئی اور تبلیغ نہیں کرے گا سوائے میرے یا
میرے ایک ایسے شخص کے جو مجھ سے ہو۔)

حوالہ: ترمذی:3092)

(یعنی نبوت کے بعد ان کا وصی/جانشین و خلیفہ اللہ ہی منتخب کرتا ہے، اور نبی کریمﷺ اپنے بعد علی کو منتخب کر کے گئے)

6. علم کی وراثت:

اب یہ ایک چیز ہے جس پر کئی احادیث بھی آتی ہیں کہ "علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاء علم وراثت میں پیچھے چھوڑ کر جاتے۔" (چیک احادیث)

بات یہ ہے کہ: علم ایک تو abstract چیز ہے، اس طرح کی ساری روایات metaphor فارم میں ہوسکتی ہیں۔

یعنی علم ایسی چیز نہیں، جو عمومی وراثت کے قانون کے تحت ایک کا دوسرے کو دی جائے۔ جیسے مرحوم باپ کی مالی ملکیت بیٹے کو دی جائے، یا مسجد کا متولی ہونے کی صورت میں، پگ اٹھا کر بیٹے کو پہنائی جائے۔

metaphor اس حساب سے کہ جو جو انبیاء کے نقش قدم پر چلے، اور انکی تعلیمات پر عمل کرے... وہ اس حساب سے عالم ہے اور انبیاء کا وارث ہے۔ (پر یہ "وارث" یہاں ایک مفہومی اعتبار سے ہے، ورنہ ٹیکنیکلی کوئی وراثت کا قانون یہاں عمل پیرا نہیں

ہوتا۔) یعنی نہ ہی وراثت دینے والے کو پتہ ہے کہ میرے علم کا وارث کون ہے، اور نہ ہی وراثت لینے والے کو پتہ ہے کہ آیا میں ہوں کہ نہیں؟

پر، even in this case، یہ قانون بھی کو بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے دیکھیں؟ کہ کون ان کے علم کا وارث ہے؟ تو اسلامی تاریخ و روایات میں یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ امام علی علیہ السلام سے بڑھ کو کوئی عالم نہیں۔ اصحاب جب جب کسی علمی معاملہ میں پھنستے تھے تو علی کی طرف رجوع کرتے تھے۔

یعنی یہ وراثت تمثیلی / استعاری/ metaphorically ہے، کوئی مادی، جسمانی یا ظاہری نہیں۔ بلکہ باطنی ہے۔
دوسرا یہ کہ اس میں بھی اگر کوئی نبی کریم کے علم کا وارث ہے تو وہ بھی "علی" ہی ہے۔ تاریخ، حدیث کی روشنی میں ثابت ہے۔ بلکہ یہ ایک حدیث ہی کافی ہے۔ "انا مدینۃ العلم و علی بابھا"

- ✎ یعنی "مالی وراثت" کے علاوہ باقی ہر قسم کی وراثت یا پاسیبل نہیں (جیسے نبوت و کتاب)، یا اس کا حقدار "علیؑ" بنتے (جیسے خلافت و علم)۔ اور بیٹی فاطمہ تو "مالی وراثت" میں پہلی حقدار ہیں۔

سورہ مریم میں وراثت کی تلقین

✎ بہرحال "وراثت" کو مدنظر رکھتے ہوئے، ایک اور "باریک بینی" قرآن سے ملتی ہے، جو اس سورہ میں خصوصاً پائی جاتی.

یعنی عموماً ایســـا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ســـورۃ میں کچھ مخصـــوص الفاظ کو repeat کرتے. (یہ روش ہم پہلے بھی (کئی ســـورتوں میں) دیکھ آئے)... پر اس ســـورہ میں یہ چیز زیادہ ہی واضح ہے..

جیسے:

"شقیا" – آیت 4، 32، 48

"ولیا" – آیت 5، 45

"رضیا/مرضیا" – آیت 6، 55

"سویا" – آیت 10، 17، 43

"بغیا" – آیت، 20، 28

"رسولاً نبیا" – آیت 51، 54

"صدیقاً نبیا" – آیت 41، 56

اور آیت 9 کا پہلا حصہ تو تقریباً وہی آیت 21 میں ریپیٹ ہوتا:

قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ (آیت 9)

قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ (آیت 21)

اس مناسبت سے "وراثت" کے الفاظ بھی اس سورہ میں کئی بار ریپیٹ ہوتا ہے.

1. آیت 6 میں: نبی کی وراثت
2. آیت 40 میں : "اِنَّا نَحنُ نَرِثُ الاَرضَ وَمَن عَلَیھَا" زمین کی وراثت۔
3. آیت 63 میں: "تِلكَ الجَــنَّةُ الَّتِی نُورِثُ مِن عِبَادِنَا مَن كَانَ تَقِیًّا ٦٣" جنت کی وراثت۔

یعنی ایک ہی سورة میں (وراثت کو سمجھنے کے لیے)
"نبی کی وراثت" "زمین کی وراثت" اور "جنت کی وراثت" سے مالی وراثت اور مرتبہ والی وراثت زیادہ قرینِ عقل ہے۔

4. پر بات یہاں پر ختم نہیں ہوتی۔ یہ سورہ ایک بار پھر سے... آیت 80 میں وراثت کی بات کرتی!!

"ہم اس کے وارث ہوجائیں گے جو یہ کہتا ہے..."

یہ کیا کہتا ہے؟ وہ تین آیتیں پیچھے ہیں

اَفَرَءَیتَ الَّذِی كَفَرَ بِاٰیٰتِنَا وَقَالَ لَاُوتَیَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ۷۷

(کیا تم نے اس کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں کا انکار کیا اورکہا کہ مجھ کو مال اور اولاد مل کر رہیں گے)

"مالا و ولدا" مال اور اولاد کہتا ہے.. بات بہت کلیئر اور واضح ہے... وراثت میں مال (مالی ملکیت) اور اولاد (خلیفہ / جانشینی) ہی (سب سے پہلے) مراد ہے .

اپنے بعد اپنے نظام کو 'امین ہاتھوں' میں دے جانا روش انبیاء میں سے ہے۔ "یرثنی" (نور)

📖 انبیاء علیہم السلام بھی عام افراد کی طرح اپنے وارث چھوڑتے ہیں "یرثنی" (نور)

📖 "نحن معاشر الانبیاء لانرث ولانورث": ہم گروہ انبیاء نہ کسی کا ورثہ پاتے ہیں اور ہمارا ورثہ کسی کو ملتا ہے"۔
اگر ایسا ہوتا تو حضرت علیہ السلام اپنی دعا میں ترکہ کا ذکر زبان پر کیوں لاتے؟ اور کہا جائے کہ ترکہ سے مراد علم ہے، تو علم کیا چرانے یا غصب کرنے کی چیز ہے جو اس کے متعلق دور کے عزیزوں سے کوئی اندیشہ ہو؟یہ اندیشہ صاف اس کا ثبوت ہے کہ ترکہ از قبیل أموال، اور اگر کہا جائے کہ یہ اندیشہ تخریب دین کا ہے، تو دین کی حفاظت کے لیے انہی کے ہاں أولاد کیا کیا ضرورت ہے؟ اس کے لئے کوئی شخص اس نبی سے خاندانی تعلق نہ رکھتا ہو اور نظرِ خالق میں ان اوصاف کا حامل ہو، مبعوث ہوسکتا ہے اور دین کی حفاظت کرسکتا ہے۔ (فصل الخطاب)

7۔ یٰزَکَرِیَّآ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمِ اسۡمُہٗ یَحۡیٰی ۙ لَمۡ نَجۡعَلۡ لَّہٗ مِنۡ قَبۡلُ سَمِیًّا ﴿۷﴾

یا زکریا! ہم تمہیں ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں، نام ہے اس کا یحیٰ، اس سے پہلے ہم نے کسی کو اس کا ہمنام نہیں بنایا۔
(اظہر+بلاغ القرآن)

📖 انجیل لوقا ۱:۵۷۔۶۲ میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کی تفصیل موجود ہے۔ انجیل میں ان کا نام یوحنا تھا۔ آپؑ کو بچپنے میں الٰہی منصب عطا ہوا اور آپؑ نے ازدواجی زندگی

اختیار نہیں کی۔ آپ حضــرت عیســیٰ علیہ الســلام کی خالہ کے بیٹے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر آپؑ ایمان لے آئے۔

فرقہ صــابئہ آپؑ کے پیروکار ہیں۔ آپؑ صــاحب کتاب نہ تھے۔ حضــرت عیســیٰ علیہ الســلام کے مبعوث ہونے ســے پہلے آپ ؑ شریعت موسیٰ علیہ السلام پر قائم تھے۔

حضــرت عیســیٰ علیہ الســلام کی نبوت پر ایمان لانے کے بعد آپ شریعت عیسوی کے تابع تھے۔ تاہم فرقہ صائبہ نے آپؑ کی اتباع کی بنیاد پر ایک مذہب بنا لیا ہے۔ فرقہ صــائبہ کے پیروکار آج کل عراق کے بعض علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔ (تفسیر کوثر)

📖 غلام: قرآن کریم میں یہ لفظ محض بیٹے کے معنوں میں بھی آیا ہے۔ مثلاً [3:39] اور نوجوان کے معنوں میں بھی [18:80]۔غِلْمَانٌ کا لفظ خدمت گار لڑکوں کے لیے آیا ہے [52:25]۔ یعنی وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ [56:17]۔ ہو سکتا ہے کہ ان سے مراد اہل جنت کے بیٹے ہی ہوں۔ (لغات القرآن)

📖 اس ســے معلوم ہوتا ہے کہ یکتا اور نرالا نام رکھنا محمود ہے بشــرطیکہ اس کی معنی نامناســب نہ ہوں اس لئے کہ یہاں نام کی یکتائی کو مقامِ مدح میں بیان کیا گیا ہے... (تفسیر جلالین)

8۔ قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَکُوۡنُ لِیۡ غُلٰمٌ وَّ کَانَتِ امۡرَاَتِیۡ عَاقِرًا وَّ قَدۡ بَلَغۡتُ مِنَ الۡکِبَرِ عِتِیًّا ﴿۸﴾

اس نے کہا، اے میرے رب، میرے یہاں لڑکا کیسے ہوگا جب کہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کے انتہائی درجہ کو پہنچ چکا ہوں۔
(وحیدالدین)

آل عمران، 3:40

9۔ قَالَ کَذٰلِکَ ۚ قَالَ رَبُّکَ ہُوَ عَلَیَّ ہَیِّنٌ وَّ قَدۡ خَلَقۡتُکَ مِنۡ قَبۡلُ وَ لَمۡ تَکُ شَیۡئًا ﴿۹﴾

کہا ایسا ہی ہوگا، تمہارا رب کہتا ہے یہ مجھ پر بہت آسان ہے اور بتحقیق تمہیں اس سے قبل خلق کیا اور تم کوئی شئ نہ تھے۔
(اظہر)

? کس نے کہا؟ یہاں اس آیت میں، اللہ کی طرف سے بات کون کر رہا؟ کیا اللہ تعالیٰ خود کلام کر رہے، یا ان کے behalf پر فرشتے؟

✎ ہوسکتا، اللہ ہی کا کلام ہو، اور اس طرح کا انداز گفتگو نارمل ہو، کہ "تیرے رب نے کہا ہے، کہ مجھ پر آسان ہے۔" یا پھر فرشتہ ہمکلام ہو۔ اور یہاں فرشتے ان کو جواب دے رہے ہیں۔ عموماً مفسرین نے فرشتے مراد لیے۔ (چیک تفسیر احسن البیان، تفسیر عثمانی)... اور اس طرح یہ بات اور زیادہ واضح ہوجاتی کہ "کلیم اللہ" صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے، جن سے اللہ تعالیٰ کلام کرتے تھے۔ (اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صرف معراج پر ڈائریکٹ ہم کلام ہوئے تھے۔) باقی ہر جگہ اللہ

تعالیٰ اگر کسی سے کلام کرتا تو فرشتوں (یا ممکناً کسی اور ذریعے) سے۔

📖 قرآن مجید میں آیا ہے کہ خداوند تعالٰی کے ساتھ جناب موسٰیؑ کلام کرتے تھے " وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوسٰى تَكلِيمًا " (نساء/164)، اس طرح اللہ نے انہیں ندا بھی دی "نادَینٰہُ"، آور آپ سے سرگوشی بھی کی "قَربنٰہ نَجِیا" (مریم/52) (تفسیر نور، آیت 52)

✎ بائیبل کے حساب سے وہ فرشتہ تھا، بلکہ جبرئیلؑ تھا۔

📖 5 In the time of Herod king of Judea there was a priest named Zechariah, who belonged to the priestly division of Abijah; his wife Elizabeth was also a descendant of Aaron.

6 Both of them were righteous in the sight of God, observing all the Lord's commands and decrees blamelessly.

7 But they were childless because Elizabeth was not able to conceive, and they were both very old.

8 Once when Zechariah's division was on duty and he was serving as priest before God,

9 he was chosen by lot, according to the custom of the priesthood, to go into the temple of the Lord and burn incense.

10 And when the time for the burning of incense came, all the assembled worshipers were praying outside.

11 Then an angel of the Lord appeared to him, standing at the right side of the altar of incense.

12 When Zechariah saw him, he was startled and was gripped with fear.
13 But the angel said to him: “Do not be afraid, Zechariah; your prayer has been heard. Your wife Elizabeth will bear you a son, and you are to call him John.
18 Zechariah asked the angel, “How can I be sure of this? I am an old man and my wife is well along in years.”
19 The angel said to him, “I am Gabriel. I stand in the presence of God, and I have been sent to speak to you and to tell you this good news. (Luke)

10۔ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْۤ اٰیَةً ؕ قَالَ اٰیَتُکَ اَلَّا تُکَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا ﴿۱۰﴾

کہا میرے رب میرے لیے نشانی قرار دے، فرمایا تیری نشانی یہ ہے کہ تم لوگوں سے کلام نہیں کروگے ٹھیک تین راتیں۔
(اظهر)

آل عمران، 3:41

سویا: سویا کا مطلب ہے "ٹھیک" یا "برابر"

اب کسی مترجم نے اس کا اطلاق حضر ذکریاؑ پر کیا ہے، یعنی "تم ٹھیک ٹھاک/ تندرست ہوتے ہوئے تین راتیں لوگوں سے بات نہیں کر سکوگے۔"

یا کسی نے اس کا اطلاق راتوں پر کیا ہے۔ یعنی " ٹھیک تین راتیں/یعنی مسلسل تین راتیں تم لوگوں سے بات نہیں کر سکوگے۔"

- یہاں "لیال" رات سے مراد غالباً صرف رات ہی ہو سکتی، کیونکہ عیسائیت کے رہبانیت/ Monasticism میں آج بھی رضاکارانہ طور پر Vow of Silence کی پرکٹس کی جاتی، اور یہ عموماً مغرب سے فجر تک ہوتی، یعنی شام ہوتے ہی ان کا "چپ کا روزہ" شروع ہوجاتا، اور یہ صبح تک رہتا ہے۔
پر سورہ ال عمران کی آیت 41 میں لفظ "ایام" آیا ہے " قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمزًا ؕ"... پھر یہ ممکن ہے دن رات ہی مراد ہو۔ پر شروعات غالباً رات سے ہوئی ہے تو اس لیے یہاں "لیال" آیا۔

- حضرت موسٰی علیہ السلام بھی کوہِ طور پر تورات لینے 30 راتوں کے وعدے سے گئے تھے، یعنی وہاں بھی "راتوں" کا ذکر ہے۔ حالانکہ وہ وہیں 24 گھنٹے تھے۔

11۔ فَخَرَجَ عَلٰى قَوۡمِهٖ مِنَ الۡمِحۡرَابِ فَاَوۡحٰۤى اِلَيۡهِمۡ اَنۡ سَبِّحُوۡا بُكۡرَةً وَّ عَشِيًّا﴿۱۱﴾

پھر وہ محراب سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے اور ان سے اشارتاً کہا: صبح و شام اللہ کی تسبیح کرتے رہو۔
(بلاغ القرآن)

آل عمران، 3:41

"علٰی" بمعنیٰ "الٰی" کی معنوں میں ہے (مطالع قرآن)

📖 بُکرۃ صبح کو کہتے ہیں، اور عشیا شام کے لیے۔ عشی پورے ٹائیم کو کہتے ہیں، عشیۃ کوئی ایک شام ہو تو اُسے کہتے ہیں۔ (مطالع قرآن)

✎ سورہ آل عمران آیت 41 میں، یہ الفاظ "وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ" اُسی اللہ کے کلام کے ساتھ آئے ہیں۔ یعنی فرشتے نے جب بتایا آپ کی نشانی یہ ہے کہ آپ تین راتیں مسلسل بات نہیں کر سکیں گے، اور اپنے رب کی صبح و شام تسبیح کرتے رہیے۔ تو یہی بات اشارتاً حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے لوگوں سے کہی جب وہ نکل کر آئے۔

وحی

📖 "اوحٰی": اپنے لغوی معنوں میں آیا ہے، یعنی "اشارہ کرنا" بلکہ کہتے ہیں، وحی اسے اشارے کو کہتے ہیں، جو کرنے والے اور رسِیو کرنے والے کو سمجھ ہو، اور کسی کو پتہ نہ چلے۔ (مطالع قرآن/حافظ احمد یار)

📖 عربی میں ”وحی“ کے لغوی معنی ہیں : الاعلام بالسِّر والخِفاء ‘ یعنی کسی کو اشارے سے کوئی بات اس طرح بتانا کہ دوسروں کو پتا نہ چلے۔ انبیاء ورسل علیہ السلام کی طرف جو وحی آتی ہے اس کی کیفیت بھی یہی ہوتی ہے۔ (بیان القرآن/اسرار احمد)

✎ کبھی کبھار ایک لفظ کسی خاص معاشرے اور کسی خاص دور میں اپنی لغوی معنٰی سے ہٹ کر کسی خاص معنیٰ میں مشہور ہوجاتا ہے. جیسے لفظ "اہل بیت". ہمارے ہاں جب بولا جاتا تو اس سے خانوادہ رسول، اور اس میں کچھ خاص لوگ ، جو نبیﷺ کے اہل بیت تھے ذہن میں آتے یعنی امام علی حسن حسین بیبی فاطمہ..

پر لغوی اعتبار سے "اہل بیت" کا مطلب ہے "گھر والے." پر ہمارے پاس "اہلِ بیت " مطلب "نبی کے گھر والے"

اس طرح لفظ "وحی" کا لغوی معنی ہے "اشارہ کرنا"

☑ مفردات القرآن (راغب اصفہانی):

الوَحْيُ: الإشارة السريعة، تكون بالكلام، أو بالرمز، أو بالإشارة، أو برسالة، أو برؤيا منام

یعنی:

وحی ایک تیز اشارہ ہے، جو کبھی کلام، کبھی اشارے، کبھی خواب یا پیغام کے ذریعے ہوتا ہے.

اور قرآن نے بھی اسی لغوی معنیٰ میں ہی اس لفظ کو استعمال کرتا ہے.

پر ہمارے معاشرے میں اس لفظ کا ایک خاص مفہوم مراد لے لیا گیا ہے.

یعنی ایسا پیغام جو "جو اللہ کا اپنے انبیاء پر ہوتا." (اور جو دروازہ خاتم النبیین کے بعد ہمیشہ کے لیے بند ہوگیا.)

پر قرآن میں یہ لفظ کس کس مقام پر استعمال ہورہا۔ وہ دیکھتے ہیں:

1. انبیاء پر وحی

۞ إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ وَٱلنَّبِيِّـۧنَ مِن بَعْدِهِۦ ۚ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰٓ إِبْرَٰهِيمَ وَإِسْمَٰعِيلَ وَإِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ وَٱلْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَٰرُونَ وَسُلَيْمَٰنَ ۚ وَءَاتَيْنَا دَاوُۥدَ زَبُورًا ١٦٣

اے نبی ! ہم نے تمہاری طرف اسی طرح وحی بھیجی جس طرح نوح (علیہ السلام) اور اس کے بعد کے پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی . ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) ‘ اسماعیل (علیہ السلام) ‘ اسحاق (علیہ السلام) ‘ یعقوب (علیہ السلام) اور اولاد یعقوب (علیہ السلام) ‘ عیسیٰ (علیہ السلام) ‘ ایوب (علیہ السلام) یونس (علیہ السلام) ‘ ہارون (علیہ السلام) اور سلیمان (علیہ السلام) کی طرف وحی بھیجی . ہم نے داؤد (علیہ السلام) کو زبور دی

2. فرشتوں پر وحی

اِذ يُوحِی رَبُّكَ اِلَی المَلٰٓئِكَةِ اَنِّی مَعَكُم فَثَبِّتُوا الَّذِينَ اٰمَنُوا ۚ (انفال: 8:12)

"جب تمہارے رب نے فرشتوں کو وحی کی: 'میں تمہارے ساتھ ہوں، ایمان والوں کو ثابت قدم رکھو"'...

3. نبیوں کے ساتھی/جانشینوں پر وحی

وَ اِذ اَوحَیتُ اِلَی الحَوَارِیّٖنَ اَن اٰمِنُوا بِی وَبِرَسُولِی ۚ قَالُوا اٰمَنَّا وَاشهَد بِاَنَّنَا مُسلِمُونَ ۱۱۱ (مائدہ، 5:111)

"اور جب میں نے حواریوں کو وحی کی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ.. تو انھوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے اور تو گواہ رہ کہ ہم فرماں بردار ہیں۔

4. بیبی مریم پر وحی (اگرچہ اسلام کی رو سے وہ نبی نہیں تھیں)

فَأَرْسَلْنَآ إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۱۷ (19:17)

"پھر ہم نے اپنی روح (جبرائیل) کو اس کے پاس بھیجا، تو وہ اس کے سامنے ایک خوبصورت انسان کی شکل میں ظاہر ہوا۔"

وَإِذْ قَالَتِ ٱلْمَلَـٰٓئِكَةُ يَـٰمَرْيَمُ إِنَّ ٱللَّهَ ٱصْطَفَىٰكِ وَطَهَّرَكِ وَٱصْطَفَىٰكِ عَلَىٰ نِسَآءِ ٱلْعَـٰلَمِينَ ۴۲ يَـٰمَرْيَمُ ٱقْنُتِى لِرَبِّكِ وَٱسْجُدِى وَٱرْكَعِى مَعَ ٱلرَّٰكِعِينَ ۴۳ (ال عمران، 3:42)

"اور جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! بے شک اللہ نے تمہیں منتخب کر لیا، تمہیں پاک کیا اور تمام جہانوں کی عورتوں پر فضیلت دی۔"

5. اللہ کے برگزیدہ بندوں پر وحی (جیسے ذوالقرنین ، لقمان)

- **حَتَّىٰٓ إِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ ٱلشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِى عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَوَجَدَ عِندَهَا قَوْمًا ۗ قُلْنَا يَٰذَا ٱلْقَرْنَيْنِ إِمَّآ أَن تُعَذِّبَ وَإِمَّآ أَن تَتَّخِذَ فِيهِمْ حُسْنًا ۝ (کہف، 18:86)**

"یہاں تک کہ جب وہ سورج کے غروب ہونے کی جگہ پہنچا، تو اُسے ایسا محسوس ہوا کہ سورج ایک سیاہ پانی والے چشمے میں ڈوب رہا ہے، اور وہاں ایک قوم ملی۔ ہم نے کہا: اے ذوالقرنین! تمہیں اختیار ہے کہ یا تو انہیں سزا دو، یا ان کے ساتھ نرمی کا طریقہ اختیار کرو۔"

- **حضرت لقمان کے متعلق ڈائرکٹ مخاطب والے الفاظ قرآن میں نہیں، پر روایت آتی ہے کہ ان کو نبوت پیش کی گئی تھی پر انہوں نے لینے سے انکار کیا۔ وہ روایت سورہ لقمان میں نقل کی گئی ہے۔**

اُم موسٰی پر وحی

- **وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰٓ أُمِّ مُوسَىٰٓ أَنْ أَرْضِعِيهِ ۖ فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِى ٱلْيَمِّ وَلَا تَخَافِى وَلَا تَحْزَنِىٓ ۖ إِنَّا رَآدُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ ٱلْمُرْسَلِينَ**

"اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو وحی کی کہ اسے دودھ پلاتی رہ، پھر جب تجھے اس پر خوف ہو تو اسے دریا میں ڈال دے، اور نہ ڈر، نہ غم کر، ہم اسے یقیناً تیری طرف واپس لوٹانے والے ہیں، اور

اسے رسول بنانے والے ہیں۔"
▧ (القصص 28:7)

بیبی مریم کے منگیتر (یوسف) پر وحی

(قرآن میں ذکر نہیں، پر بائیبل میں اس طرح ہے کہ ان کے پاس فرشتہ آتا اور پیغام دیتا۔)

- 18مریم کی منگنی یوسف نامی شخص سے ہوئی تھی۔ 19جب یوسف نے دیکھا کہ مریم حاملہ ہے، تو وہ نیک دل تھا اور اُسے چپکے سے چھوڑ دینے کا ارادہ کیا۔ 20لیکن جب وہ یہ سوچ رہا تھا، تو خداوند کا فرشتہ خواب میں اسے دکھائی دیا اور کہا:

“اَے یوسف، ابن داؤد! تُو مریم کو اپنی بیوی کے طور پر قبول کرنے سے نہ ڈر، کیونکہ جو کچھ اُس میں ہے وہ رُوحُ القُدس کی طرف سے ہے۔
21وہ بیٹا جنے گی، اور تُو اس کا نام یسوع رکھنا، کیونکہ وہ اپنے لوگوں کو ان کے گناہوں سے نجات دے گا۔”
(Matthew 1:18–21) ▧

6. شہد کی مکھی پر وحی

- وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى ٱلنَّحْلِ أَنِ ٱتَّخِذِي مِنَ ٱلْجِبَالِ بُيُوتًۭا وَمِنَ ٱلشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ ۝٦٨ (نحل، 16:68)

اور تمہارے رب نے شـــہد کی مکھی کو وحی کی کہ پہاڑوں میں، درختوں میں، اور ان چیزوں میں اپنے گھر بنـائے جو لوگ تعمیر کرتے ہیں۔

7. حضرت زکریا نے اپنے لوگوں پر "وحی" کی۔

فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِۦ مِنَ ٱلْمِحرَابِ فَأَوحَىٰٓ إِلَيهِمْ أَن سَــبِّحُواْ بُكرَةً وَعَشِيّا سورة مريم (19:11):

پھر وہ (زکریا) محراب سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے، تو انہوں نے ان کو اشارہ (وحی) کیا کہ تم صبح و شام تسبیح کیا کرو۔

8. شیطان کی اپنے بندوں پر وحی

وَإِنَّ ٱلشَّـيَٰــطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰٓ أَوْلِيَآئِهِمْ اَولِيَٰـــٓءِـــهِم لِيُجَادِلُوكُمۡ... (الانعام 6:121):

"ور یقیناً یہ شــیاطین اپنے ســاتھیوں کو وحی کرتے رہتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں..."

9. اور ایک فطری وحی ہوتی۔

فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا (سورۃ شمس، 91:8)

پھر اس میں فجور و تقوا الھام کردیا ۔

وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ (سورۃ البلد ،90:10):

"اور ہم نے اسے (انسان کو) دو راستے دکھا دیے۔"

ان آیات کی روشـــنی میں "وحی" کا جو لغوی معنٰی ہے، قرآن اُسی سینس میں اس لفظ کو استعمال کرتا ہے۔

اللہ کی طرف سے انبیاء پر ہوتی تھی۔

اللہ کی طرف سے غیر انبیاء پر ہوتی تھی/ہے۔

اللہ کی طرف سے ہر انسان کو (فطری طور پر) ہوتی ہے۔

اللہ کی طرف سے جانوروں کو (فطری طور پر) ہوتی ہے۔

انبیاء کی طرف سے اپنے لوگوں کو ہوتی ہے۔

اور شیطان کی طرف سے اس کے اپنے "اولیاء" دوستوں کو ہوتی ہے۔

- "وحی" کو اس حساب سے تین کیٹیگریز میں بانٹا گیا ہے۔

1. وحی جو اللہ کی انبیاء پر ہوتی۔ ڈاریکٹ یا فرشـــتوں کے ذریعے ایک واضح پیغام
2. وحی – الہام – جو الہام کی شکل میں ہوتی۔
3. وحی – فطرت – جو فطرتی دور پر ودیعت کی جاتی۔

یا یحیٰی

12۔ یٰیَحۡیٰی خُذِ الۡکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ ؕ وَ اٰتَیۡنٰہُ الۡحُکۡمَ صَبِیًّا ﴿ۙ۱۲﴾

یا یحیٰی کتاب کو قوت سے پکڑو، اور ہم نے انہیں بچپن ہی سے حکمت عطا کی تھی۔

(اظہر+بلاغ القرآن)

📖 تین افراد کو بچپن میں نبوت ملی تھی "جناب سلیمانؑ، جناب عیسیٰؑ، اور جناب یحیٰیؑ". تین آدمیوں کو بچپن ہی میں امامت ملی تھی "حضرت امام جوادؑ (محمد تقیؑ)، امام ہادیؑ(امام علی نقیؑ) اور حضرت امام مہدیؑ." (تفسیر نور)

📖 آسمانی کتاب قوت و طاقت کے ساتھ پکڑ لو : جیسا کہ ہم کہ چکہ ہیں .یا یحییٰ" خذالکتاب بقوة" کے جملے میں لفظ "قوة" مکمل طور پر ایک وسیع معنی رکھتا ہے جس میں تمام مادی معنوی اور روحانی و جسمانی قوتیں جمع ہیں اور یہ چیز خود اس حقیقت کو بیان کرتی ہے کہ دین الہٰی اور اسلام و قرآن کی حفاظت کمزوری سستی و کاہلی ، لنگڑے لولے بن کر پڑ ے رہنے اور غفلت شعاری کے ساتھ ممکن نہیں ہے ، بلکہ یہ قوت و طاقت اور قابلیت کے طاقتور قلعے کے اندر ہی ہو سکتی ہے .
اگر چہ یہاں پر مخاطب حضرت یحییٰ(علیه السلام) ہیں لیکن قرآ ن مجید کے دوسرے مواقع پر تعمیر دوسرے لوگوں کے لیے ربھی صادق آتی ہوئی نظر آتی معلو م ہو تی ہے .
سورہ اعراف کی آیہ ۱۴۵ میں حضرت موسیٰ کو یہ حکم دیا جارہاہے کہ وہ تورات کو قوّت کے ساتھ پکڑ یں .فخذھا بقرة
اور سورہ بقرہ کی آیہ ۶۲ اور ۹۳ میں یہی خطاب تمام بنی اسرئیل کے لیے .خذواماأتيناكم بقوّاة
اسے معلوم ہو تا ہے کہ یہ ایک عا م حکم ہے جو سب کے لیے ہے.
(تفسیر نمونہ)

وَّ حَنَانًا مِّنۡ لَّدُنَّا وَ زَکٰوۃً ؕ وَ کَانَ تَقِیًّا ﴿۱۳﴾

اور اپنی طرف سے رقت قلب اور پاکیزگی (بھی عطا کی)، اور وہ بہت متقی تھے۔
(اظھر)

✎ ان کے بارے میں قصص الانبیاء میں مشہور ہے کہ وہ بہت خوفِ خدا رکھنے والے بندے تھے، ریگستانوں میں جار کر سجدے میں سر رکھ کر کر گریہ کرتے رہتے تھے... اور اتنا روتے تھے کہ اس وجہ سے کمزور و نحیف ہوگئے، حتٰی کہ ماں باپ پریشان ہوگئے کہ کہیں ہمارا بیٹا اس کثرت گریہ سے فوت نہ ہوجائے...
اس لیے یہ لفظ "حنانا" جس کا ترجمہ، نرم دل، رحم دل، مہربانی، شفقت، دردوگداز/رقت قلب کیا گیا ہے۔

📖 سیدنا یحییٰ (علیہ السلام) میں بنی نوع انسان کے لئے جو رحمت و شفقت اور شوق و ذوق تھا اس کا ذکر آج بھی اناجیل میں موجود ہے ان کے مطالعہ سے یقینا آج بھی انسانی ہمدردی کا پہلو اجاگر ہوتا ہے بلکہ انکے اقوال کی حرارت آج بھی دلوں کو گرما دیتی ہے اور روحوں کو تڑپا دیتی ہے ، سیدنا یحییٰ (علیہ السلام) کے یہ مواعظ آج بھی ” لوقا “ میں دیکھے جاسکتے ہیں لیکن افسوس کہ ہمارے جس پہلو سے انکی شہرت ہوئی وہ یہ تھا کہ سیدنا یحییٰ (علیہ السلام) کا بچپن اور جوانی ساری بیابانوں میں گزری اور ساری زندگی کسی بستی کے قریب نہ آیا ‘ اس نے بیابان ہی میں دریاؤں اور صحراؤں کے کناروں پر نبوت کا پیغام دیا ‘ ساری زندگی شادی نہ کی کیونکہ وہ شادی کے قابل

ہی نہ تھا ... اس طرح کی کتنی باتیں ہیں جو سیدنا یحییٰ (علیہ السلام) کے متعلق زبان زد خاص و عام ہیں اور علمائے کرام کے مواعظ کا حصہ ہیں ... جو شخص ذرا بھی عقل وفکر سے کام لے گا وہ یقینا اس سے واضح طور پر انکار کر دے گا اور صاف کہہ دے گا کہ یہ سو فی صدی جھوٹ ہے کیونکہ اس سے زکریا (علیہ السلام) کے مبشر بیٹے کی ایک صفت بھی نہیں پائیں جاتی ہے حالانکہ زکریا (علیہ السلام) سے جو وعدہ کیا گیا تھا وہ اللہ رب العزت کی طرف سے تھا جس کا پورا ہونا لازم وضروری تھا اور وہ یقینا پورا ہوا۔

اور ہم تک سیدنا یحییٰ (علیہ السلام) کے حالات زندگی جو تاریخی لحاظ سے پہنچے وہ صحیح نہیں ہیں اور قرآن کریم کے اشارات ان سارے واقعات کی یک قلم نفی کرتے ہیں جو واقعات تاریخ کے صفحات سے ہم کو ملتے ہیں ، سیدنا یحییٰ (علیہ السلام) کے کمالات کا ذکر ہم پیچھے عروۃ الوثقی جلد دوم تفسیر سورۃ آل عمران کی آیت 39 کے تحت ص 155 سے 157 تک بیان کرچکے ہیں ۔ (عروۃ الوثقیٰ/عبدلکریم اسری)

14- وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَیۡہِ وَ لَمۡ یَکُنۡ جَبَّارًا عَصِیًّا﴿۱۴﴾

اور وہ اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرنے والے تھے اور سرکش و نافرمان نہیں تھے۔

(بلاغ القرآن)

15- وَ سَلٰمٌ عَلَیۡهِ یَوۡمَ وُلِدَ وَ یَوۡمَ یَمُوۡتُ وَ یَوۡمَ یُبۡعَثُ حَیًّا﴿۱۵﴾

اور سلام ان پر جس دن وہ پیدا ہوئے اور جس دن انہیں موت آرہی اور جس دن وہ زندہ اٹھائے جائیں گے۔

(اظھر)

✎ "ولد" ماضی مجہول ہے۔ پر "یموت" اور "یُبعث" مضارع ہے۔
عربی میں مضارع – حال اور مستقبل دونوں کی معنیٰ دیتا۔
اب "یوم وُلد" – جس دن وہ پیدا کیے گئے – ماضی ہے۔
"یوم یُبعث" – جس دن اٹھائے جائیں گے – مستقبل ہے۔
پر بیچ میں "یموت" – مضارع ہے،
اکثر مترجمین نے اس کو ماضی کی مناسبت سے ترجمہ کیا ہے۔
یعنی جس دن وہ مرے، یا جس دن انہیں وفات آئی۔ یا جس دن ان کو موت آئی۔
پر کچھ نے الفاظ کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے مستقبل کا ترجمہ کیا ہے۔ یعنی "جس دن مرے گا" (احمد علی، احمد رضا خان)، "جس دن وفات پائیں گے" (جالندھری، محمد حسین نجفی)

✎ "یموت": ماضی کرنے سے اگرچہ مفہوم سمجھنے میں آسانی ہوجاتی (کیونکہ ہمارے نقطہِ وقت سے یہ ماضی ہوچکا)، پر لفظ کے ساتھ ناانصافی ہوتی۔ (کہ آپ کیسے مضارع کو ماضی کرتے؟)
مستقبل کرنے سے، لفظ کے ساتھ justification ہو جاتی، پر مفہوم complicate ہوجاتا۔
تو پھر کیوں نہ اس کو "حال" کیا جائے۔ اس طرح لفظی طور پر ٹھیک رہتا، اور مفہومی اعتبار سے بھی کچھ مناسب ہی رہتا۔

- اور اس طرح آیت میں ایک اور حکمتی خوبصورتی آجاتی، کہ ایک ہی آیت میں ماضی حال مستقبل تینوں verbs استعمال ہوتے!

طاہرالقادری صاحب نے ایک مختلف طریقے سے ترجمہ کیا ہے جس میں یہ ماضی حال مستقبل کی پیچیدگی ختم ہوجاتی۔

- "اور یحیٰی پر سلام ہو ان کے میلاد کے دن اور ان کی وفات کے دن اور جس دن وہ زندہ اٹھائے جائیں گے۔" (طاہرالقادری)

- اولیاء اللہ پر صرف زندگی میں درود و سلام بھیجنا مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر دور میں بھیجنا چاہیے۔ "وسلٰم علیہ یوم ولد و یوم..." (تفسیر نور)

- اولیاء اللہ کی ولادت کا دن ہو یا وفات کا دن ہو دونوں محترم و معزز ہیں یہ قرآنی امر ہے۔ "وسلٰم علیہ یوم ولد ویوم یموت.." (تفسیر نور)

- اولیاء اللہ کی زیارت پڑھنا جس میں ان پر سلام پڑھے جاتے ہیں قرآن امر ہے۔ "وسلٰم علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم..." (نور)

قصه حضرت یحیٰی علیه السلام

- حضرت یحییٰ (علیہ السلام) ، حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) سے چھ ماہ بڑے تھے۔ تقریباً تیس سال کی عمر میں وہ نبوت کے

منصب پر عملاً مامور ہوئے۔ وہ لوگوں سے گناہوں کی توبہ کراتے تھے اور توبہ کرنے والوں کو بپتسمہ دیتے تھے یعنی توبہ کے بعد غسل کراتے تھے تاکہ روح اور جسم دونوں پاک ہوجائیں۔ یہودیہ اور یروشلم کے بکثرت لوگ ان کے معتقد ہوگئے تھے اور ان کے پاس جا کر بپتسمہ لیتے تھے۔ اسی بنا پر ان کا نام یوحنا بپتسمہ دینے والا (JOHN THE BAPTIST) مشہور ہوگیا تھا۔ وہ اونٹ کے بالوں کی پوشاک پہنتے۔ ان کی خوراک ٹڈیاں اور جنگلی شہد تھا۔ اس فقیرانہ زندگی کے ساتھ وہ منادی کرتے پھرتے تھے کہ توبہ کرو کیونکہ آسمان کو بادشاہی قریب آگئی ہے۔ یعنی مسیح (علیہ السلام) کی دعوت نبوت کا آغاز ہونے والا ہے، وہ لوگوں کو نماز اور روزے کی تلقین کرتے تھے۔ وہ لوگوں سے کہتے تھے کہ جس کے پاس دو کرتے ہوں وہ اس کو جس کے پاس نہ ہو بانٹ دے۔ اور جس کے پاس کھانا ہو وہ بھی ایسا ہی کرے۔ محصول لینے والوں سے فرمایا کہ جو تمہارے لئے مقرر ہے اس سے زیادہ نہ لینا۔ سپاہیوں سے فرمایا کہ نہ کسی پر ظلم کرو اور نہ ناحق کسی سے کچھ لو اور اپنی تنخواہ پر کفایت کرو۔ ان کے عہد کا یہودی فرمانروا، جس کی ریاست میں وہ دعوت حق کی خدمت انجام دیتے تھے، سرتاپا رومی تہذیب میں فرق تھا۔ اس کی وجہ سے سارے ملک میں فسق و فجور پھیل رہا تھا۔ حضرت یحییٰ (علیہ السلام) نے اس کو ملامت کی اور اس کی فاسقانہ حرکات کے خلاف آواز اٹھائی۔ اس جرم میں اس نے ان کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا۔ فرمانروا کی سالگرہ کے جشن کے دربار میں ایک رقاصہ نے خوب رقص کیا جس پر خوش ہو کر اس نے کہا مانگ

کیا مانگتی ہے۔ اس نے کہا مجھے یوحنا بپتسمہ دینے والے کا سر ایک تھال میں رکھوا کر ابھی منگوا دیجئے۔ اس نے فوراً قید خانہ سے یحییٰ (علیہ السلام) کا سر کٹوایا اور ایک تھال میں رکھ کر رقاصہ کی نذر کردیا۔ (مطالہ قرآن) (تفسیر نمونہ)

🕮 حضرت امام زین العابدین علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ مکہ سے مدینہ اور مدینہ سے لے کر کربلا تک حضرت امام حسینؑ ہر منزل پر جناب یحیی کا ذکر کرتے تھے اور فرماتے تھے "اللہ کی نگاہ میں دنیا کی پستی کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہوگی کہ جناب یحیٰی بن زکریا کا سر بنی اسرائیل کے حرام زادوں میں سے ایک حرام زادے (ھیرودیس) کے حضور پیس طیا گیا۔ (مجمع البیان و کاشف) (فیضان الرحمٰن)

یحیٰ حسین

🕮 انسان کے لیے اہم ترین دین ہے۔ وَ سَلٰمٌ عَلَیہِ یَومَ وُلِدَ سلام ہو ان پر جس دن وہ پیدا ہوئے، نہایت اہمیت کا حامل سلام ہے۔
اس پر آشوب اور پر خطر زندگی کے خاتمے کے بعد جب موت آتی ہے تو عالم برزخ میں قدم رکھنے والا دن بھی نہایت اہمیت کا حامل ہے جہاں اس فصل سے فائدہ اٹھانا ہے جو عالم دنیا میں بوئی ہے۔ عالم برزخ میں اورکسی چارہ سازی کے لیے گنجائش نہیں ہے۔ اس روز کی سلامتی بھی نہایت اہمیت کی حامل ہے۔ وَ یَومَ یَمُوتُ سلام ہو ان پر جب انہوں نے وفات پائی۔

حضــرت یحییٰ علیہ الســلام کو ان کے زمانے کے یہودی فرمانروا ھیرود نے قتل کیا۔ واقعہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے:

ھیرود اپنے بھائی کی بیوی پر فریفتہ ہو گیا تھا اور حضــرت یحییٰ علیہ الســلام اس پر ھیرود کی ملامت کرتے تھے۔ اس پر ھیرود نے انہیں گرفتار کیا۔ بعد میں اس عورت کی خواہش پر حضرت یحییٰ علیہ السـلام کا سـر قلم کر کے ایک تھال میں رکھ کر اس کی نذر کیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک بھی تھال میں رکھ کر یزید کو پیش کرنا تھا۔ اس شــباہت کی بنا پر حضــرت امام حســین علیہ الســلام حضــرت یحییٰ علیہ الســلام کو یاد فرما کر فرمایا کرتے تھے:

ان من ھوان الدنیا علی اللّٰہ ان یھدی رأس یحیی بن زکریا الی بغی من بغایا بنی اسـرائیل .... (الارشـاد الشـیخ المفید ۲ : ۱۳۲۔ بحار ۴۴:۳۶۴)

اللہ کے نزدیک اس دنیا کی حقارت کی ایک مثال یحییٰ علیہ السـلام کا سـر ہے جو بنی اسـرائیل کی ایک بدچلن کے لیے تحفتاً پیش کیا گیا۔ (تفسیر کوثر)

بیبی مریم علیه السلام

16- وَ اذۡکُرۡ فِی الۡکِتٰبِ مَرۡیَمَ ۘ اِذِ انۡتَبَذَتۡ مِنۡ اَہۡلِہَا مَکَانًا شَرۡقِیًّا ﴿۱۶﴾

اور کتاب میں مریم کا ذکر کرو، جب وہ اپنے گھروالوں سے علیحدہ ہوکر مشرق مکان میں آگئی۔

(اظهر)

📖 "نبذ" کا معنی ہے کہ کسی چیز سے بے پروائی اختیار کرتے ہوئے دور پھینک دینا ہے، "انتباذ" لوگوں سے ایک طرف ہوکر گوشہ نشین ہوجانا، کیونکہ حضرت مریم مسجد الاقصٰی کے لئے وقف تھیں اس لئے وہ مسجد کے شرقی گوشے میں رہتی تھیں۔ (تفسیر نور)

✎ بیبی مریم علیہ السلام کا شجرۃ نسب "لاوی" خاندان سے نہیں تھا، اگرچہ حتمی شاید کسی کو معلوم نہیں، پر جو تحقیق اہلِ کتاب نے کی ہے، اُس حساب سے ان کا قبیلہ "یہودا" سے جا ملتا ہے۔

اگرچہ ایک آیت (28) آگے آئے گی، جب قوم کے لوگ اُسے "اُختِ ہارون" کہہ کر بلائیں گے۔ اب واللہ اعلم، اگر لاوی ہونے کی وجہ سے اُسے "اختِ ہارون" کہہ کر بلایا جاتا۔ یا پھر انکا کوئی سگہ بھائی تھا "ہارون" کے نام سے اس وجہ سے، یا کسی اور وجہ سے۔

17۔ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۪ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿١٧﴾

پھر اس نے اُن سے حجاب اختیار کر لیا، پھر ہم نے اس کی طرف اپنی روح بھیجی، اور وہ مثل مکمل بشر ہوگیا۔

(اظھر)

📖 **جناب جبرئیلؑ انبیاء کے علاوہ دوسرے لوگوں کے پاس بھی جاتے رہتے ہیں۔ (تفسیر نور)**

✎ **روحنا: روح سے عموماً مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام لیے گئے ہیں، شاید اس لیے کہ ان کا یک نام "روح الامین" بھی ہے۔**

✎ **اور بائیبل کے حساب سے جو حضرت زکریا کے پاس آئے تھے وہ جبرئیلؑ ہی تھے۔**

18 Zechariah asked the angel, “How can I be sure of this? I am an old man and my wife is well along in years.”
19 The angel said to him, “I am Gabriel. I stand in the presence of God, and I have been sent to speak to you and to tell you this good news.

20 And now you will be silent and not able to speak until the day this happens, because you did not believe my words, which will come true at their appointed time.” (Luke)

26 In the sixth month of Elizabeth’s pregnancy, God sent the angel Gabriel to Nazareth, a town in Galilee,
27 to a virgin pledged to be married to a man named Joseph, a descendant of David. The virgin’s name was Mary.
28 The angel went to her and said, “Greetings, you who are highly favored! The Lord is with you.”

29 Mary was greatly troubled at his words and wondered what kind of greeting this might be.
30 But the angel said to her, “Do not be afraid, Mary; you have found favor with God.
31 You will conceive and give birth to a son, and you are to call him Jesus.
32 He will be great and will be called the Son of the Most High. The Lord God will give him the throne of his father David,
33 and he will reign over Jacob’s descendants forever; his kingdom will never end.”
34 “How will this be,” Mary asked the angel, “since I am a virgin?”
35 The angel answered, “The Holy Spirit will come on you, and the power of the Most High will overshadow you. So the holy one to be born will be called the Son of God. (Luke)

and

20 But after he had considered this, an angel of the Lord appeared to him in a dream and said, “Joseph son of David, do not be afraid to take Mary home as your wife, because what is conceived in her is from the Holy Spirit. (Matthew)

روح

"روح" کا ذکر جب بھی قرآن میں آیا ہے زیادہ عزت و عظمت کے ساتھ آیا ہے۔ قرآن میں ٹوٹل 21 بار روح کا ذکر ہے۔

- **وَيَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الرُّوۡحِ‌ؕ قُلِ الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّىۡ (اسراء، 17:85)**
  (اور تجھ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہوکہ روح میرے رب کے امر سے ہے۔)
- **تَعۡرُجُ الۡمَلٰٓـئِكَةُ وَ الرُّوۡحُ اِلَيۡه (معارج، 70:4)**
  (چڑھتے ہیں ملائکہ اور روح ---)
- **تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓـئِكَةُ وَالرُّوۡحُ فِيۡهَا بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ‌ۚ مِّنۡ كُلِّ اَمۡرٍ (قدر، 97:4)**
  (اترتے ہیں ملائکہ اور روح اس میں اپنے رب کے اذن سے---)
- **يَوۡمَ يَقُوۡمُ الرُّوۡحُ وَالۡمَلٰٓـئِكَةُ صَفًّا (نبا، 78:38)**
  (جس دن روح اور ملائکہ صف باندھے کھڑے ہوں گے)
- **يُلۡقِى الرُّوۡحَ مِنۡ اَمۡرِهٖ عَلٰى مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ (غافر، 40:15)**
  (اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے ، اپنے حکم سے روح نازل کردیتا ہے)

- يُنَزِّلُ الۡمَلٰٓـئِكَةَ بِالرُّوۡحِ مِنۡ اَمۡرِهٖ عَلٰى مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖۤ (نحل، 16:2)
(وہ اتارتا ہے فرشتوں کو اپنے امر کی روح کے ساتھ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے)
- وَكَذٰلِكَ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ رُوۡحًا مِّنۡ اَمۡرِنَا‌ ؕ (شوریٰ، 42:52)
(اور (اے نبی ﷺ !) اسی طرح ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے ایک روح اپنے امر میں سے)

بیبی مریم کے ذکر 2 بار آیا ہے کہ ہم نے روح پھونکی

- وَمَرۡيَمَ ابۡنَتَ عِمۡرٰنَ الَّتِىۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا فَنَفَخۡنَا فِيۡهِ مِنۡ رُّوۡحِنَا (تحریم، 66:12)
- وَالَّتِىۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا فَنَفَخۡنَا فِيۡهَا مِنۡ رُّوۡحِنَا وَ جَعَلۡنٰهَا (انبیاء، 21:91)
- فَاَرۡسَلۡنَاۤ اِلَيۡهَا رُوۡحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (مریم، 19:17)

"روح القدس".

"روح القدس" قرآن میں 4 بار آتا ہے--- جس میں سے 3 بار عیسیٰ بن مریم علیہم السلام کے حوالے سے ہے--- صرف ایک بار الگ ہے۔

- وَاٰتَيۡنَا عِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ الۡبَيِّنٰتِ وَاَيَّدۡنٰهُ بِرُوۡحِ الۡقُدُسِؕ (بقرہ، 2:87)
- وَاٰتَيۡنَا عِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ الۡبَيِّنٰتِ وَاَيَّدۡنٰهُ بِرُوۡحِ الۡقُدُسِؕ (بقرہ، 2:253)
- اِذۡ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ اذۡكُرۡ نِعۡمَتِىۡ عَلَيۡكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ‌ ۘ اِذۡ اَيَّدْتُّكَ بِرُوۡحِ الۡقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الۡمَهۡدِ وَكَهۡلًا‌ ۚ (مائدہ، 5:110)

- قُلۡ نَزَّلَهٗ رُوۡحُ الۡقُدُسِ مِنۡ رَّبِّكَ بِالۡحَـقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَهُدًى وَّبُشۡرٰى لِلۡمُسۡلِمِيۡنَ ۱۰۲ (نحل، 16:102)

"روح الامین".

- نَزَلَ بِهِ الرُّوۡحُ الۡاَمِيۡنُۙ (شعراء، 26:193)

حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں آیا ہے کہ جب میں اس میں اپنے روح پھونک دوں۔ تو سجدے میں گر جانا۔

- فَاِذَا سَوَّيۡتُهٗ وَنَفَخۡتُ فِيۡهِ مِنۡ رُّوۡحِىۡ فَقَعُوۡا لَهٗ سٰجِدِيۡنَ (حجر، 15:29)

- فَاِذَا سَوَّیۡتُهٗ وَنَفَخۡتُ فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ فَقَعُوۡا لَهٗ سٰجِدِیۡنَ (ص، 38:72)

- اور ایک بار سورہ قدر میں آیا ہے:
- تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِکَةُ وَالرُّوۡحُ فِیۡهَا بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ ۚ مِّنۡ کُلِّ اَمۡرٍ(قدر، 97:4)

- یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ "روح پھونکنے" کا ذکر قرآن میں صرف دو ہستیوں کے لیے آیا ہے، حضرت آدم (ع) اور حضرت عیسیٰ (ع)۔
اور اللہ تعالیٰ ایک آیت میں کہتے ہیں:

- اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰهِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ (ال عمران، 3:59)
(اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کی سی ہے۔)

- اب ایک خیال جنم لیتا ہے کہ:
جس طرح اللہ نے ایک "موت کا فرشتہ" بنایا ہے جو موت دیتا، بالکل اسی طرح، اس کے برخلاف ایک "حیات کا فرشتہ" بھی بنایا ہے جو زندگی دیتا ہے۔ اسی کا نام "روح" ہے۔ یا "روح القدس" یا "روح الامین"۔ اب عین ممکن ہے وہ "جبرئیل امین" ہی ہوں، یا مفروضہ بنایا جا سکتا یہ وہ "جبرئیل امین" کے علاوہ کوئی دوسرہ "مقدس" فرشتہ ہے۔
جیسا کہ ایک اشارہ انجیل میں ملتا ہے کہ حضرت جبرئیل بیبی مریم علیہم السلما کو کہتے، تم پر "روح القدس" نازل ہوگا۔

35 The angel answered, “The Holy Spirit will come on you, and the power of the Most High will overshadow you. So the holy one to be born will be called the Son of God. (Luke)

? اگر ایسا ہے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالٰی نے "موت کے فرشتے / ملک الموت کا ذکر تو واضح طور پر کیا ہے۔ (قُل يَتَوَفّٰكُم مَّلَكُ المَوتِ32:11)... پر اس "حیات کے فرشتے" کا ذکر واضح طور پر کیوں نہیں کیا؟

جواب اسکا یقیناً یہی ہو سکتا کہ، نادان انسان "موت کے فرشتے" کو تو کبھی نہیں "پکارے" گا (کیونکہ وہ موت دیتا ہے)۔ پر حیات کا فرشتہ، چونکہ زندگی دیتا ہے تو بہت آسان ہے کہ انسان اللہ کو چھوڑ کر فرشتوں کو ہی پکارنا شروع کردیں۔
پر بہرحال یہ ایک خیال ہے، پر فی الوقت قوی خیال یہی ہے کہ "روح القدس" یا "روح الامین" سے جبرئیل امین ہی مراد ہیں۔

جیسا کہ بیان کر آئے لفظ "رُوح" قرآن میں ٹھیک 21 بار آیا ہے اور اور یہ بات بھی بڑی قابل غور ہے کہ ایک hypothesis کے تحت کہ جب بدن سے روح خارج ہوجاتی تو انسان کے جسم سے ٹھیک 21 گرام وزن کم ہوجاتا!

The 21 grams experiment refers to a scientific study published in 1907 by Duncan MacDougall, a physician from Haverhill, Massachusetts. MacDougall hypothesized that souls have physical weight, and attempted to measure the mass lost by a human when the soul departed the body. (Wiki)

📖 **تمثل:** ممثل اس چیز کو کہتے کہ جو کسی دوسرے کی شکل میں ظاہر ہو ۔ اس بناپر 'تمثل لها بشرأسویا' کامفہوم یہ ہے کہ وہ خدائی فرشتہ انسانی شکل میں ظاہر ہوا۔ (نمونہ)

📖 اس میں شک نہیں ہے کہ اس گفتگو کایہ معنی نہیں ہے کہ جبرئیل صورت اور سیرت کے اعتبار سے بھی ایک انسان میں بدل گیا تھا کیونکہ اس قسم کا انقلاب اور تبدیلی ممکن نہیں ہے، بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ (ظاہر) انسان کی شکل میں نمود ار ہوا، اگر چہ اس کی سیرت وہی فرشتے جیسی تھی ،لیکن حضرت مریم (علیہ السلام) کو ابتدائی امر میںچونکہ یہ خبرنہیں تھی لہذاانہوں نے یہی خیال کیا تھا کہ ان کے سامنے ایک انسان ہے جو باعتبار صورت بھی انسان ہے ۔
اور بااعتبار سیرت بھی انسان ہے ۔
اسلامی روایات اور تواریخ میں " تمثل " اس لفظ کے وسیع معنی میں بہت نظر آتا ہے ۔
ان میں سے ایک یہ ہے کہ : جس دن مشرکین مکہ دارالندوہ میں جمع ہوئے تھے اور پیغمبر اکر م صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نابود کرنے کے لیے سازش کررہے تھے ابلیس ایک خیراندایش و و خیرخواہ بوڑھے آدمی کے لباس میں ظاہر ہوا اور سردار ن قریش کو بہکانے میں مشغول ہو گیا ۔
یادوسری روایات یہ ہے کہ دنیا اور اس کی باطنی حالت حضرت علی علیہ السلام کے سامنے ایک حسین و جمیل دلربا عورت کی

شــکل میں ظاہر ہوئی لیکن وہ آپ پر کچھ بھی اثر نہ کرســکی یہ واقعہ مفصل اور مشہور ہے۔

تیســری روایات میں یہ بھی ہے کہ انســان کامال و اولاد اور عمل موت کے وقت مختلف اور مخصوص چہروں میں اس کے سامنے مجسم ہوتے ہیں۔

چوتھے یہ کہ انســان کے اعمال قبرمیں اور قیامت کے دن مجســم ہو کر ظاہر ہوں گے اور ہر عمل ایک خاص شــکل میں ظاہر ہوگا ان تمام مواقع پر تمثل کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی چیز یا کوئی شـخص ظاہری طورپر دوسـرے کی شـکل میں نمودارہو تا ہے نہ یہ کہ اس کاباطن یا اس کی ماہیت ہی تبدیل ہوجاتی ہے۔ (تفسیر نمونہ)

Nuns کی پرکٹس کب سے وجود میں آئی؟

? آج کے دور میں عیسـائیت میں nuns کا concept کب سـے وجود میں آیا؟

اس سوال کے جواب میں تاریخ حتمی جواب نہیں دیتی۔

ایک خیال کے مطابق:

عیســائیت کے ابتدائی دور (1st–3rd century) میں کوئی رســمی رہبانیت نہ تھی۔

مسـیحی اکثر رومی ظلم و سـتم سے بچنے کے لیے عبادت اور زہد کی طرف مائل ہوئے۔

2. سب سے پہلے مشہور راہب:

- حضرت انطونی(St. Anthony the Great)

- (پیدائش: 251ء – وفات: 356ء)
- مصر کے ریگستان میں جا کر دنیا ترک کی اور اکیلے عبادت کرتے رہے۔
- انہیں "Father of Monasticism" (رہبانیت کے باپ) کہا جاتا ہے۔

3. رہبانیت کی باضابطہ تنظیم:

- **St. Pachomius** (292–348 AD) نے **communal monastic life** (اجتماعی خانقاہی زندگی) کی بنیاد رکھی — یعنی راہب مل کر خانقاہوں میں رہنے لگے۔
- یہ طریقہ بعد میں یورپ، شام، فلسطین، اور بازنطینی سلطنت میں پھیل گیا۔

✎ **پر قرآن کی ان آیات سے ایسا لگتا جیسے بیبی مریم علیہ السلام نے خود کو اعتکاف والی حالت میں سب سے جدا ہوکر، گھر کے کسی خاموش حصہ (شرقی کی طرف) خود کو عبادت کے لیے مخصوص کر لیا تھا۔**

پر یاد رہے، بیبی مریم علیہ اسلام، خود حضرت عیسٰی علیہ السلام سے بھی پہلے کی ہیں، ان کی والدہ ہیں، جب "رُھبانیت" عیسائیت میں کئی صدیوں بعد وجود میں آئی۔

18۔ قَالَتۡ اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُ بِالرَّحۡمٰنِ مِنۡکَ اِنۡ کُنۡتَ تَقِیًّا﴿۱۸﴾

(مریم نے) کہا میں تم سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تم متقی (خوفِ خدا رکھنے والے) ہو۔

(اظھر)

لِاَهَبَ لکِ غلما زکیا

19۔ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوۡلُ رَبِّکِ ٭ۖ لِاَہَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا﴿۱۹﴾

(اُس نے کہا یقیناً میں تمہارے رب کی طرف سے رسول ہوں، تاکہ عطا کروں تمہیں ایک بیٹا پاکیزہ۔
(اظہر)

📖 یہ ایک ایسا واقعہ ہے جس سے ثابت ہو رہا ہے کہ غیر نبی پر بھی جبرئیل کا نزول ہوتا ہے اور اللہ غیر نبی کی طرف بھی اپنا رسول بھیجتا ہے۔ (کوثر)

📖 حضرت یحییٰ (علیه السلام) کی والدہ اور حضرت مریم (علیه السلام) کی والدہ کی بہن تھی اور یہ دونوں خواتین بانجھ اور عقیم تھی اور دونوں صالح اورنیک فرزند کی آرزو میں زندگی بسر کرہی تھیں۔ (نمونہ)

📖 لِاَہَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا :میں تجھے پاکیزہ لڑکا دوں۔ قابل توجہ بات یہ ہے کہ اللہ کا فرستادہ اس بات کو اپنی طرف نسبت دیتا ہے کہ ”میں لڑکا دوں۔“ کہنا یہ چاہیے کہ”اللہ کی طرف سے لڑکا دوں۔“
جواب یہ ہے: اگر کوئی شخص کسی کی طرف سے نمائندہ یا وکیل ہو تو کبھی اس فعل کو اس ذات کی طرف نسبت دیتا ہے جس کا نمائندہ یا وکیل ہے اور کبھی اپنی طرف نسبت دیتا ہے۔ جب اپنی طرف نسبت دیتا ہے تو نمائندہ ہونا اس بات پر قرینہ ہے کہ یہ عمل میرا اپنا نہیں ہے۔
جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

وَ اُبْرِیءُ الْاَکْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحۡیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ ۔۔۔ (۳ آل عمران: ۴۹)
اور میں اللہ کے حکم سے مادر زاد اندھے اور برص کے مریض کو تندرست اور مردے کو زندہ کرتا ہوں۔۔

یہاں بھی باذن اللہ قرینہ ہے کہ یہ عمل اللہ کا ہے۔(کوثر)

- **لِاَہَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا: فرشتے کا انسانی شکل میں آنا، اور اسے اپنی طرف نسبت دے کر کہنا کہ "میں تجھے بیٹا دوں" کچھ لوگوں کے دماغ میں یہ خیال پیدا کردیا کہ (شاید) فرشتہ حضرت جبرئیل کا والد بنا!؟**
- **اس چیز کو مفسر عروۃ الوثقیٰ نے آیت 30 کے ضمن میں اپنے طور پوری تفصیل سے وضاحت پیش کی ہے۔**

انکی بات درست ہے یا غلط (واللہ اعلم) اور یہ بات انشاء اللہ ہم آیت 32 میں ڈسکس کریں گے۔

- **لِاَہَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا: پر اس آیت کا ایک اور مفہوم ہے، جس پر یہ آیت insist کرتی ہے۔**

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی بھی صورت میں خدا کا بیٹا بالکل نہیں ہیں!

کسی کو شک ہے کہ باپ کون ہے؟ (اور باپ کے ہونے کو وہ لازمی سمجھتے، اگرچہ قرآن کہتا عیسٰی کی مثال آدم جیسی ہے۔) تو فرشتے کو باپ بنائیں تو بنائیں پر اللہ کی ذات تو پھر بھی نہیں ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے یہاں (نارملی یہ کہنے کے بجائے) "میں تمہیں بیٹا دیتا ہوں، یا تمہیں بیٹے کی بشـــارت دیتا ہوں" کے الفاظ بھی استعمال نہیں کیے، کہ کہیں ان الفاظ سے تم دوبارہ اسے اللہ کا بیٹا نہ بنا ڈالو۔ پر صاف صاف یہ بات فرشتے نے اپنے اوپر لے لی، کہ میں تمہیں بیٹا دوں (باذن اللہ) کیونکہ آگے کی آیت کہتی ہے "تیرے رب کے اوپر یہ آسان ہے۔" (یعنی "باذن اللہ" کا مفہوم "ربک هو علی هین" میں آگیا)۔

اور اس طرح یہ آیت ... خدا کا بیٹا ... ہونے ســـے ایک قدم اور دور ہوجاتی ہے۔

20۔ قَالَتۡ اَنّٰی یَکُوۡنُ لِیۡ غُلٰمٌ وَّ لَمۡ یَمۡسَسۡنِیۡ بَشَرٌ وَّ لَمۡ اَکُ بَغِیًّا﴿۲۰﴾

(مریم نے تعجب سے) کہا مجھے بیٹا کیسے ہوگا جب کہ کسی بشر نے مجھے نہیں چھوا اور نہ ہی میں بدکار ہوں۔

(اظهر)

✎ جب فرشـــتے نے بول دیا، میں اللہ کا بھیجا ہوا ہوں، تو یقیناً وہ ان ســـے اب خوفزہ نہ رہی، اور جب اس نے کہا تاکہ میں تمہیں بیٹا عطا کروں۔ تو وہ بول پڑی کہ مجھے تو کسی نے چھوا ہی نہیں نہ حلال طریقے سے نہ حرام طریقے سے۔ یعنی بعض أوقات شادی کی بعد بھی أولاد نہیں ہوتی، جیســے اوپر ہی حضـرت زکریاؑ کے قصـــے میں دیکھ آئے، بلکہ بیبی مریم کی والدہ بھی غالباً بانجھ تھی... اور اس ســـے پہلے حضـــرت ابراہیمؑ و بیبی ســـارہؑ کے قصـــے میں بھی ہے۔ ہوســـکتا حضـــرت زکریاؑ اور اس واقعہ کی

درمیان تھوڑا مفاصلہ رہا ہو، چند مہینے ہی سہی، اس بیچ زکریا نے یہ بات اپنے عزیز و أقارب کو بتا دی ہو، کہ اس طرح فرشتہ اترا تھا مجھے بشارت دی تھی حضرت یحییٰؑ کی۔ اور یہی بات بیبی مریمؑ کے دل و دماغ میں چل رہی ہو، پھر جب فرشتہ ان کے پاس آیا یہی بات کہنے تمہیں لڑکا عطا کروں۔ تو اسی سوچ میں پڑ گئی، میرا بانجھ ہونا تو بعد کی بات ہے پر میری تو ابھی تک شادی ہی نہیں ہوئی، بلکہ (شادی کے بغیر بھی) کسی نے چھوا تک نہیں!؟ (کیا پتہ ان کے دل میں أولاد کی خواہش پیدا ہوئی ہو، پر چونکہ شادی نہ کرنے کا ارادہ کر چکی تھی... اور اس طرح اللہ نے ان کی خواہش کو ایسے ہی پورا کردیا۔ کہ کسی مرد کے چھوے بغیر أولاد ہوگئی۔) واللہ اعلم

📖 ’’کسی بشر نے نہیں چھوا‘‘ سے جائز اور حلال مباشرت کی نفی ہو گئی، اور ”بدکردار نہیں ہوں“ سے نامشروع مباشرت کی نفی ہو گئی۔ (کوثر)

21۔ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَ لِنَجْعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَ رَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَ كَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿۲۱﴾

کہا ایسا ہی ہوگا، تمہارا رب کہتا ہے کہ مجھ پر بہت آسان ہے، اور ہم اسے لوگوں کے لیے ایک نشانی اور اپنی طرف سے رحمت بنائیں گے، اور یہ امر طے شدہ ہے۔

(اظهر)

آل عمران، 3:47

- حضـــرت عیسٰـــی علیہ الســـلام "آیۃ" تو تھے ہی، یعن اللہ کی نشانی/ یا معجزہ کہہ لیں.
پر یہ بات بھی کہ وہ لوگوں کے لیے "رحمت" بن کر آئے.

- اور اس حدیث کی روشـــنی میں "جو کچھ پچھلی امتوں میں ہوا اس امت میں ہوکر رہے گا، کے تحت:
پچھلی امتوں میں حضـــرت عیســیٰ علیہ الســـلام لوگوں کے لیے رحمت بن کر آئے.
اور اس امت کا تو نبی ایک ہی ہے، اور ان کے متعلق اللہ تعالٰی بول چکے. "وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین – 21:107"

22۔ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا﴿٢٢﴾

پس وہ اُس سے حاملہ ہوگئی اور اسے الگ دور کے مکان لے گئی۔
(اظھر)

- قصـیا: دور جگہ ســے مراد بیت لحم ہے. حضـرت مریمؑ نے لوگوں کی طرف ســے لعنت و ملامت ســے بچنے کے لیے اپنی جگہ چھوڑ دی اور بیـت المقـدس ســـے دور بیـت لحم کی طرف نکـل گئیں.
(کوثر)

- حضـــرت مریم تنہائی کی غرض ســـے بیت اللحم چلی گئیں‘ جو ہیکل سلیمانی سے آٹھ میل کے فاصلے پر تھا۔“ (اسرار احمد)

بیبی مریم علیہ السلام کی حضرت عیسٰی علیہ السلام کی ولادت کے وقت عمر کتنی تھی؟

اس کا جواب نیٹ پر سرچ کرنے سے یہ ملتا ہے:

The exact age **of Mary when she gave birth to Jesus is not explicitly recorded in the Gospels. However,** historians and Bible scholars **believe she was a teenager. During the first century, Jewish girls could be** betrothed **(engaged) to men as early as** 12 years old**, which meant they would marry at** 13**. It is plausible that Mary was** between 12 and 16 years old **when she had Jesus, with the most likely age being** around 15 or 16. **Gabriel's announcement to Mary about the birth of the Lord likely occurred when she was about** 14 years old. 1234.

23۔ فَاَجَآءَہَا الۡمَخَاضُ اِلٰی جِذۡعِ النَّخۡلَۃِ ۚ قَالَتۡ یٰلَیۡتَنِیۡ مِتُّ قَبۡلَ ہٰذَا وَ کُنۡتُ نَسۡیًا مَّنۡسِیًّا ﴿۲۳﴾

پس لے آیا دردِ زہ ان کو کھجور کے تنے کی طرف، وہ بولی کاش قبل اسکے میں مرجاتی اور بھولی بسری ہوجاتی۔

(اظھر)

ولادت کے وقت جب درد زہ کی شدت بڑھی تو حضرت مریمؑ نے سہارے کے لیے ایک کھجور کے تنے کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ یہ درد کی شدت کو برداشت کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ اگر عورت وضع حمل کے وقت کسی چیز کو مضبوطی سے تھام لے تو اس میں درد کو برداشت کرنے کی ہمت پیدا ہوجاتی ہے۔ (اسرار احمد)

نیچے سے ندا دی

24۔ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿۲۴﴾

پس ان کے نیچے سے ندا آئی کہ غم نہ کریں یقیناً آپ کے رب نے آپ کے نیچے ایک چشمہ جاری کردیا ہے۔

(اظھر)

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ۵۰ (مومنون، 23:50)

یہاں عام مفسرین کا خیال یہ ہے کہ جس فرشتے نے پہلے بشارت دی تھی اسی نے اب بھی انہیں آواز دی۔ ... ویسے بھی وضع حمل کے موقع پر فرشتے کا آپ کے بالکل قریب رہنا مناسب نہیں تھا۔ لیکن مِنْ تَحْتِهَا کی ایک قراءت مَنْ تَحْتَهَآ بھی ہے‘ یعنی اسے پکارا اس نے جو اس کے نیچے تھا۔ اس ترجمے کے مطابق مفہوم یہ ہوگا کہ ولادت کے فوراً بعد بچہ بول پڑا اور میں یہاں اسی مفہوم کو ترجیح دیتا ہوں۔ اس لیے کہ اگر اس وقت بچے نے کلام نہ کیا ہوتا تو حضرت مریم کو کیسے یقین آتا کہ یہ بچہ لوگوں کے سوالات کا خود ہی جواب دے گا اور وہ بچے کو لے کر لوگوں کے سامنے آنے پر کیونکر تیار ہوجاتیں۔ بہر حال وہ جو نیچے تھا اس نے آپ کو پکار کر کہا : اَ لَّا تَحْزَنِیْ اگر یہ حضرت مسیح علیہ السلام یعنی نومولود ہی کا کلام ہے تو گویا آپ علیہ السلام اپنی والدہ کو تسلی دے رہے ہیں کہ امی جان ! آپ بالکل پریشان نہ ہوں۔ (اسرار احمد)

مفسرین کے درمیان اختلاف ہے بعض نے اسے جبرائیل اور بعض نے نومولود بچہ یعنی عیسٰیؑ کو مراد لیا ہے کہ اس نے ماں کو

تســلی دی کہ رنجیدہ نہ ہو.... جب یہ نومولود گہوارہ میں کلام کرے گا تو شــکوک و شــبہات کے ســب بادل چھٹ جائیں گے۔ چناچہ ایسا ہی ہوا۔ فاضـل طبرسـی نے جناب عیسٰـی کے منادی ہونے کے قول کو ترجیح دی ہے کہ اگر اس سے مراد جبرائیل ہوتے تو وہ اوپر سے ندا دیتے نیچے سے نہ دیتے۔ اور علاوہ بریں جناب عیسٰــیؑ کا ندا دینا جناب مریمؑ کی پریشــانی کے ازالے کے لئے زیادہ موثر ہے۔ (مجمع البیان) (فیضان الرحمٰن)

✎ خیال یہی ہے کہ یا فرشــتے نے آواز دی یا حضــرت عیســیٰ علیہ الســلام۔ اگر حضــرت عیســیٰ علیہ الســلام نے دی تو زیادہ تر نے ریســپیکٹ میں یہی لکھا ہے کہ کہ "نومولد بچہ" نے آواز دی۔ یعنی ولادت ہوچکی تھی۔

پر کچھ کا خیال یہ بھی ہے کہ "پیٹ میں سے" ہی آواز دی۔ اور یہ زیادہ قرینِ عقل ہے۔ کیونکہ لفظ "نیچے" اطلاق اس طرح زیادہ مناسب ہے، اگر ولادت ہوچکی ہوتی تو سیدھا سیدھا کہا جاسکتا تھا نوموود بچے نے کلام کیا۔

تفسیر نور اس کا ترجمہ اس طرح کرتے:

"پھر (عیسٰی نے پیٹ میں سے) اس کے پاؤں کی جانب سے نیچے سے آواز دی (اے مادر!) غم نہ کرو بے شـک تمہارے پروردگار نے تمہارے پاؤں کے نیچے نہر جاری کردی ہے۔" (تفســیر نور، ج5 ص307 اردو)

✎ آیت 29 میں بیبی مریم بچے کی طرف اشــارہ کرتی۔ وہ اشــارہ نہ کرتی اگر انہیں خود ســے اس بات کا پہلے ســے پتہ نہ ہوتا کہ یہ نومولود بچہ بول بھی ســکتا۔ حالانکہ آیات میں یہ بتایا نہیں گیا کہ چھوٹا بچہ بولے گا۔ بس اتنا کہا گیا، اگر لوگوں کو دیکھو تو أشــارۃً کہنا میں نے چپ کا روزہ رکھا ہے۔ باقی بچے کی طرف اشـارہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اس واقعہ ســے جان چکی تھی کہ میری وکالت یہ بچہ خود بول کر کرے گا۔ (کیوں کہ بولنے ســے دو فریقین میں تلخ کلامی بڑھنے کا خدشــہ ہوتا، پر جب ایک فریق چپ ہو، اور اوپر سے معجزانہ طور پر ایک نومولود بچہ بولے، جو پنگھوڑے میں ہو۔ تو پھر اس پورے واقعے کی صـداقت کا بھی پتا چل جاتا۔)

📖 ... حضـرت عیسٰــی علیہ السـلام کی پیدائش کی مختلف روایات مرقوم ہیں... موخرالذکر 25 ذی الحجہ مذکور ہے اور ساتھ یہ بھی مذکور ہے کہ حضـرت ابراہیم علیہ السـلام بھی اسـی دن پیدا ہوئے تھے۔ (واللہ اعلم!) (نورالثقلین)

25۔ وَ ہُزِّیۡۤ اِلَیۡکِ بِجِذۡعِ النَّخۡلَۃِ تُسٰقِطۡ عَلَیۡکِ رُطَبًا جَنِیًّا ﴿۲۵﴾

اور کھجور کے تنے کو ہلائیں کہ آپ پر تازہ کھجوریں گریں گی۔

(بلاغ القرآن)

📖 الکافی میں حضـرت علی علیہ السـلام سے منقول ہے کہ حضـرت رسـول اکرم صـلی اللہ علیہ وآلہ وسـلم نے فرمایا: زچگی کے بعد

عورت کو تازہ کھجوریں کھانا چاہییں۔ اس لیے اللہ تعالٰی نے حضرت مریمؑ سے فرمایا تھا کہ تم کھجور کے تنے کو حرکت دو، تم پر تروتازہ کھجوریں گریں گے۔
اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ مجھے اپنی عزت و جلال اور عظمت و مقام کی قسم، جو بھی زچہ زچگی کے بعد تازہ کھجوریں کھائے گی تو اسے خواہ بیٹا پیدا ہوا ہو یا بیٹی وہ حلیم اور بُردبار ہوگا۔ (نورالثقلین)

📖 ... جن ایام میں جناب مریمؑ صحیح و سالم تھیں تو اُن دنوں آسمان سے آپ کے پاس آسمانی مائدہ آیا تھا جب کہ آج آپ حاملہ اور بے کس و نادار ہیں تو اس صورت میں آپ سے کہا گیا کھجور کے درخت کو ہلائیں تاکہ آپ کو غذا ملے۔ (تفسیر نور)

📖 سخت ترین حالات میں بھی انسان کو روزی حاصل کرنے کا ذریعہ تلاش کرنا چاہیے "ھُزی" (تفسیر نور)

26۔ فَكُلِيۡ وَ اشۡرَبِيۡ وَ قَرِّيۡ عَيۡنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الۡبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوۡلِيۡۤ اِنِّيۡ نَذَرۡتُ لِلرَّحۡمٰنِ صَوۡمًا فَلَنۡ اُكَلِّمَ الۡيَوۡمَ اِنۡسِيًّا ﴿۲۶﴾

پس آپ کھائیں اور پئیں اور آنکھیں ٹھنڈی کریں اور اگر کوئی آدمی نظر آئے تو کہدیں: میں نے رحمن کے لیے روزے کی نذر مانی ہے اس لیے آج میں کسی آدمی سے بات نہیں کروں گی۔
(بلاغ القرآن)

📖 حضـرت مریم سـلامٌ علیہا نے یہ تمام معجزات اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ بچہ بھی بول پڑا ' چشـمہ بھی جاری ہوگیا ' اور کھجور کے سـوکھے تنے کو ہلانے سـے تازہ پکی ہوئی کھجوریں بھی ان کے سـامنے آن گریں۔ یہ سـب کچھ دیکھنے کے بعد ان میں حالات کا مقابلہ کرنے کی جرأت پیدا ہوئی اور انہوں نے بچے کو لے کر آبادی میں آنے کا فیصلہ کیا۔ (اسرار احمد)

📖 بعض أوقات لوگوں کی باتوں کے سـامنے خاموشـی اختیار کرنا پڑتی ہے۔ "اُکلم الیوم انسیا" (تفسیر نور)

📖 نذر و منت ماننا تاریخ میں قدیم سـے چلا آرہا ہے۔ انسـان بعض مشـکلات سـے نکلنے کیلئے نذر کرسـکتا ہے۔ "فقولی انی نذرتُ" (تفسیر نور)

27۔ فَاَتَتۡ بِهٖ قَوۡمَهَا تَحۡمِلُهٗ‌ؕ قَالُوۡا يٰمَرۡيَمُ لَقَدۡ جِئۡتِ شَيۡـًٔـا فَرِيًّا‏ ﴿۲۷﴾

پھر وہ اس کے اٹھائے اپنی قوم کے پاس لے آئیں، انہوں نے کہا اے مریم بہت بُری چیز لے آئی۔

(اظہر)

📖 فریا: افتراء کیا ہوا۔ اِفۡتَرٰیٰ عَلٰی، کسـی کے خلاف بہتان تراشـنا۔ کوئی بات خود وضع کر کے اسے کسـی اور کی طرف منسوب کر دینا[3:93]۔ (مفہوم القرآن)

✎ فریا: کا ترجمہ اردو مترجمین نے، پاپ، بُرا کام، عجیب چیز، طوفان، بڑا کام... سے کیا ہے۔ (اگرچہ اصل معنی "افتراء" کا "کوئی بات خود وضع کرنا" ہے۔ یعنی بیبی مریم نے "اشارۃ" سچی بات بتائی ہوگی، پر لوگوں نے الزام لگایا، تم یہ خود ایک بات وضع کر رہی ہو۔ یعنی ان کا الزام تھا، تم نے غلط کیا، اور اب خود اپنی طرف سے افتراء کر رہی ہو۔

یٰاُخت ہٰرون

28۔ یٰۤاُخۡتَ ہٰرُوۡنَ مَا کَانَ اَبُوۡکِ امۡرَ اَ سَوۡءٍ وَّ مَا کَانَتۡ اُمُّکِ بَغِیًّا ﴿۲۸﴾

اے ہارون کی بہن! نہ تیرا ابو بُرا تھا اور نہ تیری ماں بدکار تھی۔
(اظھر)

📖 نیز حضرت مریم سلام اللہ علیہا کا تعلق نسل ہارون کے قبیلہ لاوی سے ہے۔ لہٰذا جیسے اخا ہاشم، اخا تمیم کہتے ہیں، اخت ہارون کہنا بھی درست ہے۔ (کوثر)

📖 صحیح مسلم میں ہے کہ مغیرہ بن شعبہ جب نجران گئے تو وہاں کے عیسائیوں نے ان سے پوچھا کہ قرآن کریم میں مریم کو (اخت ہارون) ہارون کی بہن کہا گیا حالانکہ ہارون مریم سے صدہا سال پہلے گزرے ہیں وہ کوئی جواب نہ دے سکے جب وہ واپس آئے تو نبی اعظم وآخر ﷺ سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا انھم کانوا یسمون بانبیائھم والصالحین قبلھم " کہ بنی اسرائیل

کا دستور تھا کہ وہ اپنے بچوں کے نام انبیاء کرام اور گزشتہ بزرگوں کے ناموں پر رکھا کرتے تھے ۔“ (عروۃ الوثقیٰ)

📖 سید ابن طاؤس نے کتاب سعدالسعود میں مغیرہ بن شعبہ کی زبانی نقل کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اہلِ نجران کے پاس بھیجا۔ وہاں پر موجود عیسائی علماء نے مجھ سے کہا کہ تم لوگ قرآن میں حضرت مریمؑ کو "خواہرِ ہارون" قرار دیتے ہو جب جہ حضرت مریمؑ اور حضرت ہارونؑ کے درمیان بہت سی پشتوں کا فاصلہ ہے۔
میں (راوی) نے رسولِ خداؐ کے سامنے ان کے اعتراض کو نقل کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا: تم ان سے یہ کہتے کہ بنی اسرائیل اپنی أولاد کے نام اپنے انبیاء اور صالحین کے نام پر رکھتے تھے۔ (نورالثقلین)

✎ یعنی بیبی مریم علیہ السلام کا نام اُن بیبی مریم کے ان پر رکھا گیا جو حضرت موسٰی و ہارون علیہم السلام کی بہن تھی۔
جب نام اُن کے نام پر تھا ، تو بولنے میں رشتہ بھی اُنھی کی طرف منسوب کر کے پکارا گیا۔
آج کے دور میں ہمارے پاس بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ اگر کوئی اپنی اولاد میں سے کسی بیٹے/بیٹی کا نام اپنے باپ/ماں یا دادا/دادی کے نام پر رکھا جاتا ہے تو ریسپیکٹ میں انکو اصل نام سے نہیں پکارا جاتا بلکہ اُسی رشتہ سے منسوب کر کے خطاب دیا جاتا ہے۔

- یاد رہے حضرت موسٰی و ہارون علیہم السلام کی بہن کا نام بھی "مریم" تھا۔ اوپر والی حدیث کی روشنی میں یہ بات اچھے سے سمجھ میں الحمد للہ آجاتی ہے کہ قوم نے "یا اخت ہارون" کیوں کہا؟

- مزید یہ کہ: اللہ تعالٰی نے نہیں کہا کہ مریم ہارون کی بہن تھی۔ بلکہ یہ بات "لوگوں نے بولی" اب لوگوں نے کیوں بولی یہ تو لوگوں سے پوچھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ خود یہ بولتے تو یہ ایک بات ہوتی۔ پر اللہ تعالیٰ آیت میں صرف نقل کر رہے جو لوگوں نے کہا۔ اب لوگوں نے اپنے رسم و رواج ریتی رسمی وغیرہ کے تحت کیوں کہا؟ یہ اُس وقت کے بنی اسرائیلیوں سے پوچھنا چاہیے۔ بہرحال حقیقت وہی ہے جو اوپر حدیث کی روشنی میں احسن طریقے سے بیان ہوچکی کہ یہ صرف نام کی نسبت کی وجہ سے انہوں نے ایسا کہا۔

- موجودہ بائبل کا خود یہ طرز انداز رہا ہے کہ جہاں کسی کا نام آتا ہے تو وہ کس خاندان و نسل سے ہے اس کا بھی ذکر ہوتا ہے۔ جیسے اوپر کچھ verses نقل کی گئی، ان میں دیکھا جا سکتا ہے:

5 In the time of Herod king of Judea there was a priest named Zechariah, who belonged to the priestly division of Abijah; his wife Elizabeth was also a descendant of Aaron.

✎ پھر وہ شخص جو بیبی مریم کا منگیتر تھا، جسکا نام یوسف تھا، اسـکا ایک جگہ ذکر آتا ہے کہ وہ داؤدؑ کے گھرانے سے تھا، اور دوسری جگہ سیدھا سیدھا داؤد کا بیٹا کہہ کر اسے پکارا گیا۔

27 to a virgin pledged to be married to a man named **Joseph, a descendant of David.** The virgin's name was Mary.

18 This is how the birth of Jesus the Messiah came about : His mother Mary was pledged to be married to Joseph, but before they came together, she was found to be pregnant through the Holy Spirit.

19 Because Joseph her husband was faithful to the law, and yet did not want to expose her to public disgrace, he had in mind to divorce her quietly.

20 But after he had considered this, an angel of the Lord appeared to him in a dream and said, **"Joseph son of David,** do not be afraid to take Mary home as your wife, because what is conceived in her is from the Holy Spirit.
(Matthew)

29۔ فَاَشَارَتۡ اِلَیۡهِ ؕ قَالُوۡا کَیۡفَ نُکَلِّمُ مَنۡ کَانَ فِی الۡمَهۡدِ صَبِیًّا ﴿۲۹﴾

تو اُنہوں نے اِن کی طرف اشارہ کیا، انہوں نے کہا کیسے ہم بات کریں اس سے جو ہے گھوارے میں چھوٹا بچہ سا۔
(اظھر)

آل عمران، 3:46
مائدہ، 5:110

✎ یہاں بیبی کے لیے لفظ "اشـارہ" آیا، جبکہ آیت 11 میں حضـرت زکریا علیہ السلام نے اپنے لوگوں کو "اوحیٰ" کیا، یعنی اشارہ سے سمجھایا۔

30۔ قَالَ اِنِّیۡ عَبۡدُ اللّٰہِ ۟ؕ اٰتٰنِیَ الۡکِتٰبَ وَ جَعَلَنِیۡ نَبِیًّا ﴿ۙ۳۰﴾

(بچے نے) کہا یقیناً میں اللہ کا بندہ ہوں، مجھے اُس نے کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے۔
(اظہر)

📖 حضــرت عیشــیؑ نے اپنے تعارف کے وقت فرمایا تھا کہ میں عبدِ خدا ہوں۔ "انی عبد اللہ"
آپ نے جو پہلا قانون بیان کیا وہ نماز و عبادت کے بارے میں تھا۔
"واوصٰنی بالصلٰوۃ والزکوٰہ" (تفسیر نور)

31۔ وَّ جَعَلَنِیۡ مُبٰرَکًا اَیۡنَ مَا کُنۡتُ ۪ وَ اَوۡصٰنِیۡ بِالصَّلٰوۃِ وَ الزَّکٰوۃِ مَا دُمۡتُ حَیًّا ﴿۪ۖ۳۱﴾

اور مجھے مبارک بنایا ہے جہاں کہیں میں رہوں، اور مجھے وصیت کی ہے نماز و زکوٰت کی جب تک میں زندہ رہوں۔
(اظہر)

📖 (دمت) دَوَامٌ ۔ کے معنی ہیں کســی چیز کا ایک حالت پر قائم رہنا۔ دَامَ الشَــیَّئُ اس وقت بولتے ہیں جب کســی چیز پر لمبا زمانہ گزر جائے*(تاج و راغب) ۔ (مفہوم القرآن)

✎ حضــرت عیشــی علیہ السـلام کا زندہ رہنا، آج تک ایک عجیب چیز ہے (جو کچھ لوگوں کے درمیان معمہ بن چکا) اور آیت کے یہ الفاظ "ما دُمتُ حیا" جیســـے ان کے اب تک زندہ ہونے والی بات پر ایک دلیل پیش کرتے۔ کہ حیا تو زندہ کو ہی کہتے، اور "دُمت" دوام سے کسی چیز کی پائیداری اور لمبی عمر کی معنی میں آتا ہے۔

32۔ وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَتِیۡ ۫ وَ لَمۡ یَجۡعَلۡنِیۡ جَبَّارًا شَقِیًّا ﴿۳۲﴾

اور نیکی کروں اپنی والدہ کے ساتھ، اور مجھے سرکش شقی نہیں بنایا۔
(اظھر)

- **آیت 14 میں اسی طرح کے الفاظ حضرت یحیٰی علیہ السلام کے بارے میں ہیں۔ " وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَیۡہِ"۔ یعنی حضرت یحیٰی علیہ السلام اپنے دونوں والدین ("ماں باپ") کے ساتھ بھلائی کی بات کرتے۔ اور حضرت عیسٰی علیہ السلام صرف "ماں" کی بات کرتے۔ یہ آیت ایک اور دلیل بن جاتی کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے والدین میں سے صرف ایک "ماں" ہی ان کی والدہ تھی۔ (انکا کسی بھی صورت میں کوئی والد نہیں تھا!)**

- **دلائل کہ فرشتے باپ نہیں تھا/ نہیں ہوسکتا۔**

- **آیت 19 میں فرشتے نے کہا "میں تمہارے رب کا رسول ہوں (بھیجا ہوا)**
- **جب فرشتے نے بول دیا میں "اللہ کا بھیجا ہوا ہوں" تو اب ہر اسکا عمل اللہ کے اذن سے ہے۔ جب ایک فرشتہ اللہ کے اذن سے موت دیتا ہے، تو کوئی حیات بھی دے سکتا ہے اللہ کے اذن سے۔**
- **آیت 32 میں صرف "والدتی" کہا، صرف ماں کا ذکر ہے۔ باپ اگر کسی بھی شکل میں کوئی بھی ہوتا تو "والدتی" کا لفظ درست نہ رہتا۔**
- **اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَہٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ۵۹ (ال عمران، 3:59)**

"اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم جیسی ہے۔ خلق کیا اُس کو مٹی سے پھر کہا ہوجا تو ہوگیا۔"

اللہ نے خود کہہ دیا عیٰسیؑ کی مثال آدم جیسی ہے، جب آدم بغیر ماں باپ کے ہوسکتا ہے، تو حضرت عیسٰیؑ بغیر باپ کے کیوں نہیں ہوسکتا؟ اور اللہ تعالیٰ کا کہنا "آدم جیسی ہے" اس جملے میں بات ہی ختم ہوجاتی، اگر باپ فرشتہ بھی ہوتا تو "آدم جیسی" بات نہ بنتی۔ (یا پھر بولنا پڑے گا آدم کے ماں باپ بھی فرشتے تھے، اور اس طرح پوری انسانیت فرشتوں کی أولاد ہوجائیگی، جو کہ سراسر غلط ہے۔)

✎ جو لوگ سائنٹیفکلی توجیہ چاہتے، ان کے لیے زیادہ سے زیادہ یہ بات کہی جا سکتی کہ، آج بھی ڈاکٹر کسی ورجن میں بیرونی طریقے سے جرثومے "انجیکٹ" کر کے اسے حاملہ بنا سکتے۔ جبکہ دوسری جانب ایک اصطلاح ہے جسے **Parthenogenesis** کہتے۔ اس میں "میل پارٹنر" کے بغیر صرف "فیمیل" میں ان کا "**egg**" خود بخود **fertilized** ہوجاتا۔

🔬 What is Parthenogenesis?

Parthenogenesis is a form of **asexual reproduction** where an **egg develops into an organism without fertilization** by a male. It occurs naturally in many **invertebrates** and some **vertebrates**.

✅ Examples of Animals with Natural Parthenogenesis:

Reptiles:

- Some **lizards** (e.g., **whiptail lizards**) reproduce only by parthenogenesis. All individuals are female.

Fish:

- **Amazon molly** (Poecilia formosa) is an all-female species. While mating behavior with males of related species is needed to trigger egg development, the male's DNA is not incorporated.

Birds (Rare):

- **Domestic turkeys** and **chickens** have shown **rare cases** of parthenogenesis under lab conditions, but most embryos don't survive.

Insects:

- **Honey bees**: Unfertilized eggs develop into **male drones**.
- **Aphids**, **ants**, and **wasps** also use this method under certain conditions.

In Vertebrates (More Rare & Often Abnormal):

- Some snakes (e.g., **boa constrictors**, **pit vipers**), and even **sharks** in captivity (e.g., **zebra sharks**) have shown parthenogenesis.

33۔ وَ السَّلٰمُ عَلَیَّ یَوۡمَ وُلِدۡتُّ وَ یَوۡمَ اَمُوۡتُ وَ یَوۡمَ اُبۡعَثُ حَیًّا﴿۳۳﴾

اور سلام ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن میں زندہ اٹھایا جائوں گا۔

(اظہر)

مریم، 19:15

📖 عیون الاخبار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: ہر شـــخص کے لیے تین مواقع مشـــکل ہوتے ہیں:

1. پیدائش کا دن بڑا مشکل ہوتا ہے جب انسان شکمِ مادر سے باہر آتا ہے اور ایک نئے جہان کو دیکھتا ہے۔
2. موت کا دن بڑا مشکل ہوتا ہے۔ اس دن انسان دنیا سے ناطہ توڑ کر عالمِ آخرت و برزخ کا مشاہدہ کرتا ہے۔
3. جب انسان قیامت کے دن قبر سے باہر آئے گا اور آخرت کے احکام و أحوال کو دیکھے گا تو وہ دن اس کے لیے مشکل ہوگا۔

اللہ تعالٰی نے حضرت یحیٰی اور حضرت عیسٰی علیہم السلام کے لیے تینوں مراحل آسان کردیئے تھے۔ چناچہ حضـرت یحیٰی علیہ السلام کے متعلق خدا نے یہ گواہی دی ہے" "اس پر سلام جس دن وہ پیدا ہوا، اور جس دن وہ مرے گا اور جس دن زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔" (تفسیر نورالثقلین)

✎ ائمہ علیہم الســلام کی ولادت کے أحوال میں یہ چیز ملتی ہے کہ ان کی ولادت سہل و آسان ہوتی تھی۔ اُن کی والدہ کو تکلیف کا سامنا نہیں کرنا پڑتا تھا۔ یہاں سے یہ مفروضہ بنایا جا سکتا ہے کہ جس کی بھی ولادت آســان ہوتی ہے، یعنی اُس کی والدہ کو زیادہ تکلیف کا سامنا نہ کرنا پڑے، ہوسکتا، اللہ تعالیٰ نے اس کی ولادت پر "سلام" کیا ہو.. یعنی وہ نیک اشخاص میں سے ہو۔
(پر یہ ضروری نہیں ہے کہ جس کی ولادت مشکل ہو وہ بد ہو، وہ بھی نیک ہوسکتا اپنے عمل و کوشش سے...)

34۔ ذٰلِکَ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ ۚ قَوۡلَ الۡحَقِّ الَّذِیۡ فِیۡہِ یَمۡتَرُوۡنَ ﴿۳۴﴾
یہ ہے عیسٰی بن مریم، (اور یہ ہے وہ) سچی بات جس میں یہ شک کرتے ہیں۔
(اظھر)

35۔ مَا کَانَ لِلّٰہِ اَنۡ یَّتَّخِذَ مِنۡ وَّلَدٍ ۙ سُبۡحٰنَہٗ ؕ اِذَا قَضٰۤی اَمۡرًا فَاِنَّمَا یَقُوۡلُ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ﴿ؕ۳۵﴾
اللہ کے لیے نہیں ہے کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے، وہ اس سے پاک ہے، جب امر کی قضا ہوتی ہے تو بس وہ اس کے لیے کہتا ہے "کُن" پس ہوجاتی ہے۔
(اظھر)

📖 یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت کے سلسلے میں باپ کا حصہ اللہ تعالیٰ کے ایک حرف ”کُن“ کے ذریعے سے پورا ہوا ‘ جبکہ باقی سارا عمل عام فطری اور طبعی طریقے سے تکمیل پذیر ہوا۔ اسی لیے آپ علیہ السلام کو کلمۃٌ منہُ آل عمران : 45 یعنی اللہ کا خاص کلمہ قرار دیا گیا ہے۔ (اسرار احمد)

36۔ وَ اِنَّ اللّٰہَ رَبِّیۡ وَ رَبُّکُمۡ فَاعۡبُدُوۡہُ ؕ ہٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ ﴿۳۶﴾
اور یقیناً اللہ میرا رب اور تمہارا رب ہے بس اُسی کی عبادت کرو، یہی صراطِ مستقیم ہے۔
(اظھر)

37۔ فَاخۡتَلَفَ الۡاَحۡزَابُ مِنۡۢ بَیۡنِہِمۡ ۚ فَوَیۡلٌ لِّلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ مَّشۡہَدِ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ ﴿۳۷﴾

پھر (اہل کتاب کے) فرقوں نے باہم اختلاف کیا، سو جو لوگ کافر ہوئے ہیں انہیں بڑے سخت دن کا سامنا کرنا ہوگا۔
(جالندھری + جوادی)

30:32

یہ مســـیحی فرقوں کے آپس کے اختلافات کا ذکر ہے۔ کلیســـا کی تاریخ نزاعات و اختلافات ســـے پر ہے۔ پہلے یہ اختلاف رونما ہوا کہ حضـرت مسـیح اللہ ہیں یا رسـول۔ ایک نظریہ تو یہ تھا کہ مسـیح اللہ کے رسول ہیں دوسرا یہ کہ رسول ضرور ہیں لیکن ایک خاص مقام ہے۔ تیسـرا یہ کہ مسـیح اللہ کا بیٹا ہے، مخلوق ہے۔ چوتھا یہ کہ اللہ کا بیٹا ہے، مخلوق نہیں ہے۔ باپ کی طرح قدیم ہے۔ (کوثر)

بہرحال، اختلاف تو ایک حوالے سے آج تک امت مسلمہ میں بھی ہے کہ آیا وہ زندہ ہیں یا وفات پا چکے۔

38۔ اَسۡمِعۡ بِہِمۡ وَ اَبۡصِرۡ ۙ یَوۡمَ یَاۡتُوۡنَنَا لٰکِنِ الظّٰلِمُوۡنَ الۡیَوۡمَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۳۸﴾

اس دن جب ہمارے پاس آئیں گے تو خوب سنیں اور دیکھیں گے لیکن یہ ظالم آج کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہیں۔
(علامہ جوادی)

39۔ وَ اَنۡذِرۡہُمۡ یَوۡمَ الۡحَسۡرَۃِ اِذۡ قُضِیَ الۡاَمۡرُ ۘ وَ ہُمۡ فِیۡ غَفۡلَۃٍ وَّ ہُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۳۹﴾

اور انہیں حسرت کے دن سے ڈرائو جب (ہر) امر کی فیصلہ ہوگا، اور وہ غفلت میں ہی پڑے ہیں اور ایمان نہیں لا رہے ہیں۔
(اظھر)

📖 **آپ ﷺ نے فرمایا کہ نیک اعمال کرنے والوں کو اس پر حسرت ہوگی کہ اور زیادہ نیک اعمال کیوں نہ کر لئے کہ اور زیادہ درجات جنت ملتے اور بدکار کو اس پر حسرت ہوگی کہ وہ اپنی بدکاری سے باز کیوں نہ آگیا۔ (معارف القرآن) (مطالع قرآن)**

✎ **امر کی قضا یعنی کام کا فیصلا۔ یہ لفظ آیت 35 میں بھی آیا۔**

40۔ اِنَّا نَحۡنُ نَرِثُ الۡاَرۡضَ وَ مَنۡ عَلَیۡہَا وَ اِلَیۡنَا یُرۡجَعُوۡنَ ﴿٪۴۰﴾

اور ہم ہی زمین کے اور جو کچھ اس پر ہے سب کے وارث ہوں گے پھر وہ ہماری طرف لوٹائے جائیں گے۔
(بلاغ القرآن)

حضرت ابراہیم علیہ السلام - صدیقاً نبیا

41- وَ اذۡکُرۡ فِی الۡکِتٰبِ اِبۡرٰہِیۡمَ ۬ؕ اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیۡقًا نَّبِیًّا ﴿۴۱﴾

اور ذکر کرو کتاب میں ابراہیم کا، یقیناً وہ صدیق نبی تھے۔

(اظہر)

📖 اس سورہ میں حضرت ابرہیم (علیہ السلام) اور بزگ پیغمبروں کا قصّہ شروع کرتے وقت پانچ مرتبہ " اذکر" (یادکرو) آیاہے اور اس بناپر اس سورہ کو یاد آور کاسورہ کہاجاسکتا ہے ۔ یہ پیغمبروں اور عظیم مردوں اور عورتوں کی یاد آوری ہے اور توحید کے بارے میں ان کی جدوجہد اور شرک و بت پرستی اور ظلم و بیداد گرمی کے خلاف ان کی سعی و کوشش کی یاد آوری ہے۔ (نمونہ)

📖 صدیق :صدوق سے صیغہ مبالغہ ہے۔ سچائی میں انتہائی اعلیٰ مقام پر فائز ہونے والا۔ ابراہیم علیہ السلام اپنے ایمان بالتوحید میں سچائی کے ایک ایسے مقام پر فائز تھے کہ ان کے ذہن و خیال میں غیر اللہ کے لیے کوئی گنجائش نہ تھی۔ اسی لیے وہ وقت کے طاغوت کے مقابلے میں اکیلے ڈٹ گئے اور آتش نمرود میں جاتے ہوئے روح الامین جیسے مقتدر فرشتے کو بھی اعتنا میں نہیں لائے۔ جہاں جبرئیل نے خلیل علیہ السلام سے پوچھا تھا :ھل لک من حاجۃ؟ آپ کی کوئی حاجت ہے؟ حضرت خلیل نے فرمایا :اما الیک فلا مگر آپ سے کوئی حاجت نہیں۔ (علل الشرائع ۱ :۳۵)
(کوثر)

📖 صـدیق وہ ہے جس کا کوئی فعل اس کے عقیدے کے خلاف نہ ہو۔
(کوثر)

📖 صِـــدِّیقًا نَبِیًّا ایک نئی ترکیب ہے' جو قرآن حکیم میں یہاں پہلی مرتبہ آئی ہے۔ یہاں حضـــرت ابراہیم علیہ الســـلام کو اور آیت 56 میں حضـــرت ادریس علیہ الســـلام کو صِـــدِّیقاً نَبِیًّا فرمایا گیا ہے' جبکہ آیات 51 اور 54 میں بالترتیب حضـرت موسیٰ علیہ السـلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو رَسُولاً نَّبِیًّا کے لقب سے نوازا گیا ہے۔ گویا یہ دو الگ الگ تراکیب ہیں اور ظاہر ہے کہ ہر ایک کا اپنا الگ مفہوم ہے۔

اور پھر سورۃ النساء کی اس آیت پر غور کریں جس میں ان لوگوں کے بارے میں وضـــاحت کی گئی ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا ہے : وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُــوْلَ فَاُولٰٓءِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَج وَحَسُنَ اُولٰٓءِکَ رَفِیْقًا۔ اس آیـت میں ان لوگوں کے چـار درجـات بیـان ہوئے ہیں جو مُنْعَمْ عَلَیْہِمْ کے زمرے میں آتے ہیں۔

ان میں ســـب ســـے اوپر انبیاء کا درجہ ہے ' پھر صـــدیقین کا ' پھر شـــہداء کا اور نیچے base line پر صـــالحین ہیں ' یعنی نیک دل ' مخلص مسلمان جو صادق القول اور صادق الایمان ہیں۔ اگر نیچے سے اوپر کی طرف ارتقاء کے حوالے سے دیکھاجائے تو base line پر پہلا درجہ مؤمنین صـــالحین کا ہے۔ اگر کوئی اس درجہ ســـے ترقی کرے گا تو اس کے لیے درجہ شـــہادت ہے اور پھر اس ســـے اوپر درجہ صـدیقیت۔ اس لحاظ سے درجہ صـدیقیت گویا کسـی

بھی انســـان کے لیے روحانی ترقی کے مدارج میں بلند ترین درجہ ہے ' کیونکہ اس کے اوپر نبوت کا درجہ ہے ' جو اکتســـابی نہیں ' سراسر وہبی ہے اور اب وہ دروازہ نوع انسانی کے لیے مستقل طور پر بند ہوچکا ہے۔

صـــدیقینؒ اور شـــہداء کے فرق کو ســـائیکالوجی کی دو جدید اصـطلاحات کے ذریعے اس طرح سـمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انســـان کو مختلف مزاج پر پیدا فرمایا ہے۔ مزاج اور رویے کے اعتبار ســـے جدید ســـائیکالوجی انســـانوں کو بنیادی طور پر دو گروہوں میں تقسیم کرتی ہے۔

Introverts and Extroverts

خلاصہ یہ ہے کہ دروں بین introverts قسم کے لوگ صدیقین اور بیروں بین extroverts مزاج کے افراد شہداء ہوتے ہیں۔

انســانی مزاج کا یہ فرق انبیاء کی شـخصـیات میں بھی پایا جاتا ہے۔ کچھ انبیاء کا مزاج صدیقین سے مناسبت رکھتا ہے اور کچھ کا شہداء سے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں روایات ہیں کہ آپ ﷺ شکار کے بہت شوقین تھے اور اسی شوق میں کئی کئی دن گھر ســے باہر رہتے تھے۔ حضــرت ابراہیم علیہ الســلام دو مرتبہ آپ علیہ السلام سے ملنے کے لیے گئے ' مگر آپ علیہ السلام کے گھر ســـے باہر ہونے کی وجہ ســـے دونوں مرتبہ باپ بیٹے کی ملاقات نہ ہوسـکی۔ اسـی طرح حضـرت موسیٰ علیہ السـلام کا مزاج بھی جلالی تھا۔ آپ علیہ السـلام نے مصـر میں ایک آدمی کو مکاّ رسید کیا تو اس کی جان ہی نکل گئی۔ انسانی مزاج کی اس تشریح کے اعتبار سے میرا خیال ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت

ادریس علیہ السلام کی شخصیات صدیقیت کے ساتھ مناسبت رکھتی تھیں ' اس لیے وہ صـــدیق نبی قرار پائے' جبکہ حضــرت اسماعیل اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شخصیات شہداء جیسی تھیں ' چناچہ وہ رسول نبی کہلائے۔ (ڈاکٹر اسرار احمد)

42۔ اِذۡ قَالَ لِاَبِیۡهِ یٰۤاَبَتِ لِمَ تَعۡبُدُ مَا لَا یَسۡمَعُ وَ لَا یُبۡصِرُ وَ لَا یُغۡنِیۡ عَنۡکَ شَیۡئًا ﴿۴۲﴾

جب انہوں نے اپنے ابا سے کہا اے ابا جان کیوں ان کے عبادت کرتے جو نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں اور نہ کسی چیز میں کام آتے ہیں۔
(اظھر)

📖 یہ بات اپنے مقام یعنی علم کلام میں ناقابل رد دلائل و براہین سے ثابت کی جاچکی ہے کہ انبیاء و مرسلین ہوں یا آئمہ طاہرین ان کے آباؤامہات کے ســلســلہ جلیلہ میں حضــرت آدم تک کوئی کافر و مشرک نہیں ہوسکتا۔ بلکہ سب سے کب موحد و مسلمان ہوتے ہیں... ســـورہ انعام کی آیت 74 (۞ وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰهِیۡمُ لِاَبِیۡهِ اٰزَرَ) اور اســکے بعد والی آیات کی تفســیر میں بڑی تفصــیل ســـے اور مورخین کے اجماع و اتفاق کی روشــنی میں واضــح کر آئے ہیں کہ جناب ابراہیمؑ کے والد ماجد کا نام تارخ تھا۔ (فیضان الرحمٰن)

📖 عرب زبان میں کلمہ "اب" وســـعی مفہوم کا حامل ہے، معلم، مربی، حتٰی کہ بیوی کے باپ کو بھی "اب" کہا گیا ہے، حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا "انا و علی ابوا ھذاہ الامہ" میں اور علی اس اُمت کے باپ ہیں۔ (تفسیر نور)

43- یٰاَبَتِ اِنِّیۡ قَدۡ جَآءَنِیۡ مِنَ الۡعِلۡمِ مَا لَمۡ یَاۡتِکَ فَاتَّبِعۡنِیۡۤ اَہۡدِکَ صِرَاطًا سَوِیًّا ﴿۴۳﴾

اے اباجان یقیناً میرے پاس ایک ایسا علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا پس میری اتباع کریں میں آپ کو سیدھی راستہ کی ہدایت کردوں گا۔
(اظھر)

📖 اتباع عالم کی ہی ہوتی ہے :جَآءَنِی مِنَ العِلمِ ....

۲- امت میں جس کے پاس سب سے زیادہ علم ہو گا اتباع اسی کی ہو گی :فَاتَّبِعنِی ....

۳- صراط مستقیم کی طرف ہدایت عالم کر سکتا ہے :اَہۡدِکَ صِرَاطًا سَوِیًّا .... (کوثر)

📖 بعض موارد میں اپنی جلالت کا اظہار لازم ہوجاتا ہے۔ (جاءنی من العلم مالم یاتک) (تفسیر نور)

44- یٰاَبَتِ لَا تَعۡبُدِ الشَّیۡطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّیۡطٰنَ کَانَ لِلرَّحۡمٰنِ عَصِیًّا ﴿۴۴﴾

اے ابا جان شیطان کی اتباع نہ کریں، بے شک شیطان تو رحمٰن کا نافرمان ہے۔
(اظھر)

📖 خداوند تعالی " رحمن " کے عنون سے توصیف اس سورہ میں سولہ مرتبہ آئی ہے، کیونکہ یہ سورہ اپنے آغاز سے ہی رحمت کے ذکر کے ساتھ شروع ہوتی ہے .خداکی زکریا(علیه السلام) پر رحمت خداکی مریم (علیه السلام) پر رحمت اور اس سورہ کا اختتام بھی اسی رحمت کے ساتھ ہے کیونکہ اس کے آخر میں فرمایا ہے .

ان االذین اٰمنوا عملو الصالحات سیاجعل لھم الرحمن ودا
جو لوگ ایمان لائے اور انہونے عمل صـــالح انجام دیئے خدائے راحمن کی محبت کو اپنے بندوں کے دل میں قراردے دیتا ہے۔ (نمونہ)

45۔ یٰٓاَبَتِ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اَنۡ یَّمَسَّکَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ فَتَکُوۡنَ لِلشَّیۡطٰنِ وَلِیًّا ﴿۴۵﴾

اے ابا جان مجھے خوف ہے کہ کہیں رحمٰن کا عذاب نہ آپ کو چھولے پھر آپ شیطان ہی کے ساتھی بن کر رہ جائیں۔
(اظھر)

46۔ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنۡتَ عَنۡ اٰلِہَتِیۡ یٰۤاِبۡرٰہِیۡمُ ۚ لَئِنۡ لَّمۡ تَنۡتَہِ لَاَرۡجُمَنَّکَ وَ اہۡجُرۡنِیۡ مَلِیًّا ﴿۴۶﴾

(اس نے) کہا کیا تو نے میرے خدائوں سے منھ پھیر لیا ہے اے ابراہیم، اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کردوں گا، اور تو مجھ سے ایک طویل مدت تک دور ہوجا۔
(اظھر)

📖 منکر کے پاس جب منطق نہیں ہوتی تو طاقت کے استعمال پر اتر آتا ہے۔ الھتی، الٰہ کی جمع ہے۔ وہ اپنے بہت سے معبودوں کا ذکر کرتا ہے۔ چنانچہ کلدانی مذہب میں ان معبودوں کے پانچ ہزار تک ناموں کے کتبوں کا انکشاف ہوا ہے۔ (کوثر)

47۔ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيۡكَ‌ ۚ سَاَسۡتَغۡفِرُ لَكَ رَبِّىۡ‌ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِىۡ حَفِيًّا﴿۴۷﴾

(ابراہیم نے) کہا سلم ہو آپ پر، میں آپ کے لیے اپنے رب سے مغفرت طلب کروں گا، بے شک وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے۔

(اظھر)

هَوۡنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الۡجٰهِلُوۡنَ قَالُوۡا سَلٰمًا ٦٣ (فرقان، 25:63)

وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغۡوَ اَعۡرَضُوۡا عَنۡهُ وَقَالُوۡا لَنَاۤ اَعۡمَالُنَا وَلَكُمۡ اَعۡمَالُكُمۡ ۚ سَلٰمٌ عَلَيۡكُمۡ لَا نَبۡتَغِى الۡجٰهِلِيۡنَ ٥٥ (قصص، 28:55)

نبی کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں ، زیبا نہیں ہے کہ مشرکوں کے لئے مغفرت کی دعا کریں، چاہے وہ ان کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں ، جبکہ ان پر یہ بات کھل چکی ہے کہ وہ جہنم کے مستحق ہیں۔ (توبہ، 9:113)

اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے مغفرت کی دعا مانگنا صرف اس وعدہ کے سبب سے تھا جو اس نے اس سے کرلیاتھا پھر جب اس پر کھل گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بے تعلق ہوگیا بے شک ابراہیم بڑا نرم دل اور بردبار تھا۔ (توبہ، 9:114)

📖 دعوت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ابتدائی دنوں کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام پر واضح ہو گیا تھا کہ آزر عدو اللہ (اللہ کا دشمن) ہے تو اس سے بیزاری اختیار کی.

جب کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی آخری زندگی میں اپنے والدین کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں:

رَبَّنَا اغۡفِرۡ لِىۡ وَ لِوَالِدَىَّ وَ لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ يَوۡمَ يَقُوۡمُ الۡحِسَابُ (۱۴ ابراهيم: ۴۱)

اے میرے رب! مجھے اور میرے والدین اور ایمان والوں کو بروز حساب مغفرت سے نواز۔

اس سے معلوم ہوا کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد نہیں ہے۔ آزر تو اللہ کا دشمن تھا۔ اس سے بیزاری ہوئی تھی۔ اب آخری عمر میں اس کے لیے طلب مغفرت کیسے ممکن ہے۔ (کوثر)

📖 اہل بیت طاہرین علیہم السلام سے مروی روایات سے پتا چلتا ہے کہ آزر آپ کا والد نہیں تھا، بلکہ آپ کا مربی تھا۔ رشتہ میں وہ آپ

کا چچا تھا یا نانا تھا۔ اصــل بات یہہے کہ عربی زبان میں لفظ "اب" کثیرالمعنی لفظ مســتعمل ہے۔ "اب" باپ کو بھی کہا جاتا ہے ، چچا اور دادا اور گھر کے بزرگ کو بھی اسی لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اصــل باپ کو لفظ "والد" ســے تعبیر کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ کے "اب آزر" کا بھی ذکر ہے اور آپ کے والد کا بھی ذکر ہے۔

ہمارے علماء کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ انبیاء کرام کے آباء و اجداد موحد اور مسلم تھے۔ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

"اللہ تعالٰی میرے نور کو طاہر اصلاب سے پاکیزہ ارحام تک منتقل کرتا رہا، یہاں تک کہ مجھے تمھارے اس جہان میں لے آیا"

جب کہ مشرک نجس ہوتا ہے۔ اگر حبیبؐ خدا کا شجرہ نسب آزر سے متصل کیا جائے تو آپ کے آباء میں شرک دکھائی دے گا، جب کہ آپؐ کے تمام آباء موحد و مسلم تھے۔ مشرک کبھی طاہر نہیں ہوتا، کیونکہ فرمانِ خداوندی ہے: انما المشــرکون نجس "مشــرک نجس ہیں۔" (9:28) (نورالثقلین، ج5، ص413-،414، اردو)

- یہ امت محمدی کے لیے رحمت اور فضــل ہے کہ ہر ایک چیز کو قرآن میں کھول کھول کر بیان کر دی گیا ہے۔ ورنہ اُس دور میں حضــرت ابراہیم علیہ الســلام جیســے جلیل القدر پیغمبر کے علم میں غالباً یہ بات نہیں تھی، کہ مشــرک چاہے باپ ہی کیوں نہ ہو دعا نہیں کر سکتے۔

🕮 ضمنی طورپر یہ کہتے ہیں کہ اگر میں اپنے خدا سے دعاکروں تو وہ میری دعا کو قبول کرتا ہے لیکن تم بیچارے تو اپنے سے زیادہ بیچاروں کو پکارتے ہو ۔اور تمہاری دعاہرگز قبول نہیں ہوتی یہاں تک کہ وہ تو تمہاری باتو کو سننے تک نہیں۔ (تفسیر نمونہ)

مومن و کافر میں فرق

🕮 ان آیات میں مومن و کافر کے درمیان جو گفتگو ہے اُس سے واضح و روشن ہے، مومن کی روح کیسی ہوتی اور کافر کی کیسی؟

الف۔ جناب ابراہیم علیہ السلام نہایت شفقت و محبت سے بات کرتے ہیں اور اُن کا چچا نہایت ہی سختی کے ساتھ بات کرتا ہے۔
حضرت ابراہیمؑ چار بار فرماتے ہیں "یٰابت" لیکن اُن کے بت پرست چچا نے ایک بار بھی نہیں کہا "یٰابُنی"

ب۔ جناب ابراہیم علیہ السلام استدلالی گفتگو کرتے ہیں لیکن آذر کی ہر بات دلیل سے خالی ہوتی ہے۔
جناب ابراہیمؑ فرماتے ہیں "لم تعبُدُ مالایسمعُ"، آذر کہتا ہے "اٰلِھتی"۔

ج۔ جناب ابراہیم علیہ السلام کی ہر بات میں سوز و درد ہے لین آذر کی ہر بات میں دھمکی آمیز ہے۔

د. جناب ابراہیم علیہ السلام سلام کرتے ہیں اور آذر انہیں حکم دیتا ہے کہ وہ اُن سے دور چلا جائے۔ "واھجُرنی"۔ (تفسیر نور)

دعا صرف رب سے

48۔ وَ اَعۡتَزِلُکُمۡ وَ مَا تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ وَ اَدۡعُوۡا رَبِّیۡ ۫ۖ عَسٰۤی اَلَّاۤ اَکُوۡنَ بِدُعَآءِ رَبِّیۡ شَقِیًّا ﴿۴۸﴾

اور میں تم سے اور جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو سے دور ہوجاتا ہوں اور میں (صرف) اپنے رب کو پکارتا ہوں، امید ہے میں اپنے رب سے دعا کر کے محروم نہیں رہوں گا۔
(اظھر)

شَيْبًا وَلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا (مریم، 19:4)

"رب" ایسا کلمہ ہے جو دعا میں بہت زیادہ اثر رکھتا ہے۔ (نور)

"اعتزلھم": اسی سے معتزلہ نکلتا ہے، الگ ہوجانا۔ الگ کرنا بھی شاید اسکا معنٰی ہوتا ہے کیونکہ "معزول" کا معنٰی ہوتا ہے "الگ کردیا ہوا"۔ سب سے پہلے معتزلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔ (مطالع قرآن، @53)

49۔ فَلَمَّا اعۡتَزَلَہُمۡ وَ مَا یَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ ۙ وَہَبۡنَا لَہٗۤ اِسۡحٰقَ وَ یَعۡقُوۡبَ ؕ وَ کُلًّا جَعَلۡنَا نَبِیًّا ﴿۴۹﴾

پس جب وہ ان سے اور اللہ کے سوا جن کو وہ پوجتے تھے سے جدا ہوگئے تو ہم نے اسے اسحاق و یعقوب عطا کیے، اور ہم نے سب کو نبی بنایا۔
(اظھر)

21:72 - وَوَهَبۡنَا لَهٗۤ اِسۡحٰقَ ؕ وَيَعۡقُوۡبَ نَافِلَةً ؕ وَكُلًّا جَعَلۡنَا صٰلِحِيۡنَ ۷۲

فَبَشَّرْنَـٰهَا بِإِسْحَـٰقَ ۖ وَمِن وَرَآءِ إِسْحَـٰقَ يَعْقُوبَ ۞ (هود، 11:71)
"پھر ہم نے اسے اسحاق کی بشارت دی، اور اسحاق کے بعد یعقوب کی۔"

وَوَهَبْنَا لَهُۥٓ إِسْحَـٰقَ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً ۖ وَكُلًّا جَعَلْنَا صَـٰلِحِينَ (انبیاء، 21:72)
"اور ہم نے اسے اسحاق عطا کیا، اور (بطور نعمت مزید) یعقوب، اور ہم نے سب کو صالح بنایا۔"

"اور ہم نے اسے اسحاق اور یعقوب عطا کیے، ہم نے سب کو ہدایت دی... اور ان کی اولاد میں بھی"... (انعام، 6:84)

اوپر "وما تدعون من دون اللہ"، اور یہاں "وما یعبدون من دون اللہ"۔ دو الگ الگ verb ہیں۔ "تدعون" اور "یعبدون"۔ یعبدون تو عبادت ہوتا ہے، "تدعون" یہ ہوسکتا ہے کہ "عبادت کی نیت سے کسی کو پکارنا" کیونکہ "ہر پکارنا عبادت نہیں ہوتا۔" .. اس طرح ایک کا لفظی ترجمہ ہوجائے، اور ایک کا شرعی ترجمہ ہوجائے۔ ... بعض پکارنا عبادت ہوتا ہے۔ (مطالع قرآن @59)

"اعتزل": حضرت ابراہیم علیہ السلام جس سفر پر نکلے تھے، غالباً وہ اس واقعہ کے بعد تھا، جب چچا نے کہا "دور ہوجائو" (46)، پھر انہوں نے خود کہا "میں تم اور تمہارے خدائوں سے دور ہوتا ہوں" (48)، پھر اللہ نے کہا "جب وہ ان سے اور ان کے معبودوں سے دور ہوئے..." (آیت 49)

بائیبل، پیدائش 12:4 سے پتہ چلتا ان کی عمر 75سال تھی جب وہ سفر پر نکلے...

[4] So Abram went, as the LORD had told him; and Lot went with him. Abram was seventy-five years old when he set out from Harran. (Genesis 12:4)

📖 پوتوں کا ہونا بھی لطف الٰہی کا حصــہ ہے۔ "وھبنا لہ اســحٰق و یعقوب" (تفسیر نور)

? قرآن میں اکثر مقامات پر حضــرت اســحاق کے ســاتھ حضــرت یعقوب علیہم السلام کا ذکر لازمی آتا ہے، ایسا کیوں؟

✎ (میرے خیال کےمطابق) اس کے دو وجوہات ہوسکتے۔

1. اللہ تعالٰی نے حضــرت ابراہیم علیہ الســلام کو کثیر اولاد دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اور ان کو بڑھاپے میں دو بیٹے ہوئے۔ ایک حضــرت اسماعیل علیہ السلام اور ایک حضرت اسحاق علیہ السلام۔
جس کا ذکر سـورہ صـافات میں آتا ہے۔ (کہ حضـرت ابراہیم نے دعا کی اور پھر دو بیٹوں کی بشارت دی گئی۔)

اور بائیبل کہتا:

- پیدائش15:5 (Genesis)

"پھر اُس نے اُسے باہر لے جا کر کہا، آسـمان کی طرف دیکھ اور سـتاروں کو گن اگر تو انہیں گن سکتا ہے۔ پھر کہا، تیری نسل ایسی ہی ہوگی۔"

- پیدائش 17:4-5

"دیکھ، میرا عہد تیرے ساتھ ہے، اور تو قوموں کا باپ ہوگا... میں تجھے بہت زیادہ بڑھاؤں گا، اور قومیں تجھ سے نکلیں گی۔"

- پیدائش 22:17

"میں تجھے بہت برکت دوں گا، اور تیری نسل کو آسمان کے ستاروں اور سمندر کے کنارے کی ریت کی مانند کثیر کروں گا"...

✎ اب حضـرت اسـماعیل علیہ السـلام سـے 12 بیٹے ہوئے، جن سـے نسل عرب قبائل میں پھلنے پھولنے لگی۔

اور حضرت اسحاق سے نہیں، بلکہ ان کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام سے 12 بیٹے ہوئے، اس لیے یہ شرف اللہ حضرت یعقوب کو دیا کہ ان سے 12 قبائل بنے، جو اب تک "بنی اسرائیل" کہلاتے۔

2. **دوسری وجہ یہ ہوسکتی کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کے دراصل 2 بیٹے تھے۔ اور دونوں جڑواں تھے۔**

پر پہلے جو بیٹا پیدا ہوا اسکا نام "عیسو" تھا۔ اور ان کے بعد حضرت یعقوب پیدا ہوئے۔ (اور لفظ یعقوب کا مطلب ہی یہی ہے "عقب" میں آنے والا۔ کیونکہ وہ عیسو کے بعد ان کے پیچھے آئے۔)

اب بات یہ تھی کہ عیسو کے پہلے پیدا ہونے سے "بڑے بیٹے" کا ٹائیٹل انہیں کو تھا، اور بائیبل کی روایات سے حضرت اسحاق علیہ السلام یہی سمجھ بیٹھے تھے کہ ان کے بعد یہ نبوت ان کے بیٹے عیسو کو ملے گی۔

پر ایک بات ہوئی، جس کی وجہ سے نبوت حضرت یعقوب کو نصیب ہوئی، پھر ان سے 12 بیٹے پیدا ہوئے، جن سے بنی اسرائیل کے 12 قبیلے بنے۔

پر دوسری جانب "عیسو" سے بھی ایک نسل چلی (نکے پانچ بیٹے تھے)، جس کو اسرائیلیات میں Edomites کہتے۔

📖 **The Hebrew word *Edom* means "red", and the Hebrew Bible relates it to the name of its founder Esau, the elder son of the Hebrew patriarch Isaac, because he was born**

"red all over".[17] As a young adult, he sold his birthright to his brother Jacob for a portion of "red pottage".[18] The Tanakh describes the Edomites as descendants of Esau.[19] (Wikipedia)

اس مناسبت سے یہ "اہلِ کتاب" کو پیغام ہوسکتا کہ حضرت اسحاق علیہ السلام سے آگے نبوت ان کے بڑے بیٹے میں نہیں، بلکہ چھوٹے بیٹے یعقوب میں رکھی گئی۔ (تاکہ ان کے ہاں اگر کچھ کنفیوژن تھی تو اللہ نے وہ کنفیوژن اس طرح دور کردی کہ اسحاق کے بعد یعقوب۔)

اور اس طرح اللہ تعالٰی نے اپنے بندے "بنی اسرائیل" کو بنایا، Edomites کو نہیں۔

Edomites(قوم ادوم) – اولادِ عیسو

بائبل کے مطابق:

- Edomitesحضرت عیسو (Esau)کی نسل سے تھے، جو حضرت اسحاقؑ کے بیٹے اور حضرت یعقوبؑ کے بھائی تھے۔
- ان کا جد "ادوم "کہلاتا ہے (Esauکا لقب)۔
- بائبل میں بار بار ذکر آتا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے ہمسایہ اور دشمن رہے۔

علاقہ:

- موجودہ اردن کے جنوبی علاقے :پترا (Petra) ان کا مشہور شہر تھا۔

✎ ویسے آج کے دور میں بنی اسرائیلی اور ایدومائیٹس اس طرح آپس میں خلط ملط ہوگئے ہیں کہ کون کون ہے، شاید پتہ لگانا بہت مشکل ہے۔

✎ بلکہ اس مناسبت سے یہ معلومات بھی ساتھ میں رہے، کہ حضرت یحیٰ علیہ السلام کو اس وقت کے جس بادشاہ نے قتل کیا تھا، اس کا نام **Herod Antipas** تھا، اور یہ **Edomite** تھا۔

- **Herod the Great** (father of Herod Antipas) was an **Idumean** (Edomite), a people historically south of Judea.
- He was **not ethnically Jewish** nor of **Davidic descent**.
- He was made "King of the Jews" by the **Roman Empire** (appointed by Caesar Augustus).
- Herod married into Hasmonean (Maccabean) royal Jewish families to legitimize his rule, but **he had no bloodline from Solomon or David**.

✎ جیسے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام "عیسی" / "مسیح" قرآن میں کوئی 30 بار آیا ہے تو اس میں 22 بار "ابن مریم" کہہ کر مخاطب کیا گیا۔ "عیسی ابن مریم" "مسیح ابن مریم"۔ یعنی اللہ تعالیٰ خصوصا اہلِ کتاب کو پیغام دے رہے، کہ عیسٰی مریم کا بیٹا، مسیح مریم کا بیٹا۔ وہ صرف "مریم" کا بیٹا تھا... اور کسی کا نہیں۔

اسی طرح اسحاق کے بعد یعقوب اصرار تھا کہ اسحاق کے بعد یعقوب (نہ کہ عیسو)... (واللہ اعلم)

لسان صدق علیا

50۔ وَ وَہَبۡنَا لَہُمۡ مِّنۡ رَّحۡمَتِنَا وَ جَعَلۡنَا لَہُمۡ لِسَانَ صِدۡقٍ عَلِیًّا﴿۵۰﴾

اور عطا کیا ہم نے ان کو اپنی رحمت میں سے اور بنائی ان کے لیے سچی زبان علیا۔

(اظھر)

✎ **اس آیت کا ترجمہ کافی مشــکل ترین ہے۔ اور اکثر مترجمین نے اس کا ترجمہ ایک دوسرے سے بہت مختلف بھی ہے۔**

ایک تو اللہ تعالٰی فرماتےہیں: ہم نے ان کو عطا کیا "وھبنا لھم من رحمتنا"۔ اب کیا عطا کیا اپنی رحمت میں سے؟ جیسے کوئی لفظ مسنگ ہے (یا شاید وہ لفظ آخری "علیا" ہے؟)

لفظ "وھبنا" قرآن میں 9 بار آیا ہے، اور ہر بار (اس آیت کو چھوڑ کے) آگے کچھ نہ کچھ ایسا لفظ آیا ہے جو پتہ دیتا کیا عطا کیا۔

جیسے پچھلی آیت میں اللہ نے کہا: "وَہَبۡنَا لَہٗۤ اِسۡحٰقَ وَ یَعۡقُوۡبَ" (ہم نے اسے إسحاق و یعقوب عطا کیا)

آگے آیت 53 کہتی: وَ وَھَبنَا لَه مِن رَّحمَتِنَا اَخَاہُ ھٰرُونَ نَبِیًّا (اور ہم نے عطا کیا ان کو اپنی رحمت میں سے بھائی ہارون نبی)
اس آیت میں بھی "وھبنا" کے بعد کیا عطا کیا؟ بالکل واضــح کر کے بتا دیا۔ بھائی عطا کیا، نام ہارون، رتبہ نبی۔

اور باقی مثالوں میں بھی کسـی کا نام ضـرور آتا،... اور ایک آیت سورہ ص کی حضرت ایوب علیہ السلام کے بارے میں ہے:

"وَوَهَبنَا لَه اَهلَه وَمِثلَهُم مَّعَهُم رَحمَةً مِّنَّا" (ص، 38:43)

(اور عطا کیا ہم نے ان کو ان کے اھل اور ان کے مثل اپنی رحمت میں سے۔)

اس آیت یں بھی رحمت کا ذکر ہے پر کیا عطا کیا "اھل و مثلھم" کلیئر کردیا۔

پر زیرِ مطالعہ آیات میں ایسا محسوس ہوتا جیسے "رحمت سے کیا عطا کیا" بات پوری نہیں ہو رہی۔ (پہلے مفسـرین کی راء دیکھتے ہیں)

📖 یہ در حقیقت حضـرت ابراہیم علیہ السـلام کی دعا کی قبولیت ہے کہ آپؑ نے یہ دعا کی:

وَ اجۡعَلۡ لِّیۡ لِسَانَ صِدۡقٍ فِی الۡاٰخِرِیۡنَ (۲۶ شعراء: ۸۴)

اور آنے والوں میں مجھے ذکر جمیل عطا فرما۔ (کوثر)

📖 امیرالمومنین حضـرت علی علیہ السـلام سے ایک روایت میں یہ بیاہوا ہے :.

لسان الصدق للمسرء یجعلہ اللہ فی الناس خیر من المال یا کلہ و یورثہ :

اچھی یاداور نیک نامی کہ جو خدا کسی شخص کے لیے لوگوں کے درمیان قرار دے ،اس فراواں دولت و ثروت سـے بہتری و برترہے

کہ جس سے انسان خود بھی فائدہ اٹھائے اوراس اسے میراث کے طورپر بھی چھوڑجائے۔ (تفسیر نمونہ)

📖 تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: مقصد آیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول خدا کو رحمت بنا کر حضرت ابراہیم کی محنتوں کاصلہ بنایا اور حضرت علی کو ان کی لسانِ صدق مقرر کیا۔
وضاحت: اگر لفظ "علیا" کو اسمِ علَم مانا جائے اور اسے "جعلنا" فعل کا مفعولِ ثانی تسلیم کیا جائے تو پھر آیت کا ترجمہ ہوگا کہ "ہم نے علیؑ کو ان کے لیے زبانِ صداقت بنایا۔ (اضافة من المترجم) (تفسیر نورالثقلین)

✎ میں نے ایک ویڈیو دیکھی، جس میں ایک اہلسنت کے عالم نے کسی شیعہ عالم کو چیلینج دیا کہ اگر آپ "علی" کا نام قرآن سے دکھادیں تو میں شیعہ بن جائوں گا۔ تو انہوں نے یہ آیت دکھا دی۔ جس پر سنی عالم کا جواب آیا، میں نے اس آیت پر غور و خوض کیا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس آیت سے اگر "علیا" سے امام علی کی ذات مراد لی جائے تو معنٰی و مفہوم نکلتا ہے۔ اس لیے وہ شیعہ ہونے کا اعلان کرتا ہے۔

✎ اب پہلا مفہوم ظاہری الفاظ میں قوی ہے کہ اللہ نے ان کا ذکر جمیل آخری امتوں میں بلند رکھا۔ جو اب تک چلا آرہا۔

پر اگر دیکھا جائے تو کچھ حکمتیں پوشـــیدہ ہیں کہ لفظ "علیا" میں:

1. ایک تو یہ پوری ســـورہ "عطا" کرنے کو فوکس میں رکھتی۔ یعنی "وھب"، "وھبنا"

شـــروعات ہوتی ہے، حضـــرت زکریاؑ کو یحیٰیؑ عطا کیا گیا، پھر بیبی مریمؑ کو عیسٰـــیؑ عطا کیا، پھر حضـــرت ابراھیمؑ کو إسحاقؑ و یعقوبؑ عطا کیے، اور حضرت موسٰیؑ کو انکا بھائی ہارونؑ عطا کیا۔ ... یعنی "عطا" (وھبنا) میں ہمیشـــہ کوئی شخصیت عطا ہوتی۔ یہ آیت بھی "ووھبنا" سے شروع ہوتی ہے، یعنی کچھ عطا ہورہا تو پھر اُســـی pattern کو لیں تو یہاں بھی کوئی شخصیت عطا ہونی چاہیے... وہ کون ہے؟

2. جبکہ چند قدم آگے آیت 53 کے شـــروع کے الفاظ بالکل کچھ یہی ہیں: "وَ وَہَبنَا لَہ مِن رَّحمَتِنَا اَخَاہُ ہٰرُونَ نَبِیًّا" یعنی "ہم نے اسکو اپنے رحمت سے عطا کیا" ...

- آخری الفاظوں میں ایک رشـــتے کا ذکر ہے "اخاہُ"، ایک رتبہ کا ذکر ہے "نبیا"، اور ایک بندے کا نام ہے "ہٰرون"۔

بالکل اسی طرح اس آیت میں بھی ایک رشتہ کا ذکر ہے "لسان"، ایک رتبہ کا ذکر ہے "صدق"، اور ایک بندے کا نام ہے "علیا"!!

یعنی اس طرح exact اس طرح مفہوم نکل کر آتا۔ (واللہ اعلم)

3. دوسرا یہ کہ، خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سورہ شعرا میں آئی (جو اوپر نقل ہوئی کہ) "میرے لیے "لســـان صـــدق" بنا

آخرین میں". لسانِ صدق کے بعد "علیا" نہیں کہا انہوں نے۔ بس کہا "میرے لیے "لسانِ صدق" بنا آخرین میں سے (آخری لوگوں میں سے)۔ اب یہاں جواب میں اللہ تعالٰی بالکل وہی الفاظ استعمال کیے ہیں، سواء اس کے کے "آخرین" کی جگہ "علیا" آگیا۔ "ہم نے اس کے لیے لسانِ صدق بنایا...علیا"۔ (اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اپنی دعا میں "علیا" کہتے تو پھر اس سے "بلندی" والی معنیٰ ضرور نکلتی۔ پر اُن کا "علیا" نہ کہنا اور اللہ تعالٰی کا جواب میں "آخرین" کی جگہ "علیا" لگانا اس کی تخصیص کردیتا۔ یعنی ہم نے آخرین میں ان کے لیے لسان صدق "علی" کو بنا دیا۔ (ورنہ ذکر بلند تو جناب ابراہیم علیہ السلام کا آخرین سے پہلے بھی تھا... نہیں!؟)

4. اب اُس حدیث کی روشنی میں "جو کچھ پچھلی امتوں میں ہوا اس اُمت میں ہوکر رہیگا." نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال تو اللہ نے دے دی وہ حضرت موسٰی علیہ السلام جیسے تھے۔ (مزمل/15)۔ پر کیا پتہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی پرسنالٹی اس اُمت میں امام علی علیہ السلام جیسی ہو۔ اور وہی ایک مفہوم ہو اوپر کی آیت کا۔ (واللہ اعلم)...

- ایک حوالے سے دیکھا جائے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو مشہور بیٹے تھے، حضرت اسماعیل علیہ السلام و حضرت اسحاق علیہ السلام۔ اور امام علی علیہ السلام کے بھی دو

مشـــہور بیٹے ہیں، امام حســن علیہ الســلام و امام حســین علیہ السلام۔

- حضـرت ابراہیم علیہ السـلام کا بڑا بیٹا حضـرت اسـماعیل تھے، پر نبوت کا سـلسـلہ (زیادہ تر) ان میں نہ رہا، اور سـارے انبیاء چھوٹے بیٹے حضـرت اسـحاق علیہ السـلام سے ہوئے۔ ایسے ہی امام علی کا بڑا بیٹا امام حسن تھا، پر امامت کس سلسلہ ان میں نہ رہا، اور چھوٹا بیٹا امام حسـین تھے اور امامت کا سـلسـلہ انہیں میں سے چلا۔
- حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ جلائے گئی، امام علی علیہ الســـلام کے گھر کو آگ لگـانے کے لیے آگ جلائی گئی۔ (اگر بالفرض"لگائی نہ بھی گئی")

📖 "By God, either you come out to render the oath of allegiance, or I will set the house on fire." (Tareekh Tabari, V9, P 187, English)

Ibn Ḥumayd—Jarīr—Mughīrah—Ziyād b. Kulayb: 'Umar b. al-Khaṭṭāb came to the house of 'Alī. Ṭalḥah, al-Zubayr, and some of the *Muhājirūn* were [also] in the house [with 'Alī]. 'Umar cried out, "By God, either you come out to render the oath of allegiance [to

The Events of the Year 11 187

Abū Bakr], or I will set the house on fire." Al-Zubayr came out with his sword drawn. As he stumbled [upon something], the sword fell from his hand, so they jumped over him and seized him.[1291]

- حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیبی (سارہ) ایک بادشاہ کے پاس گئی تھی، امام علی علیہ السلام کی زوجہ وقت کے خلیفہ کے پاس گئی تھی (باغ فدک لینے۔)

- جس گھر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا (کعبہ)، اُسی گھر میں امام علی علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔

- حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے آبائی وطن چھوڑ کر دور کہیں سکونت اختیار کی (سرزمین کنعان میں)... امام علی علیہ السلام نے ہجرت کی، اور اپنا آبائی وطن چھوڑ کر دور کوفہ کو اپنا دارالخلافہ بنایا اور وہیں رہے۔

- اور آخر میں سب سے خاص، ایک بُت شکن حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے (پچھلی امتوں میں)، اور ایک بُت شکن رسول اکرمﷺ کے ساتھ امام علی علیہ السلام تھے (آخری لوگوں میں)۔

---

5. اور آخر میں "امام" والی آیت (بقرہ، 124) کا ذکر بھی لازمی ہونا چاہیے۔ جس میں اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لوگوں کا "امام" بنایا۔ اور انہوں نے یہ رتبہ اپنی اولاد کے لیے بھی مانگا "ومن ذریتی" ... اور یہ "امامت" کا رتبہ بنو اسحاق اور بنو اسماعیل دونو میں چلا۔ بنو اسحاق میں کون کون امام تھے "واللہ اعلم" پر بنو اسماعیل میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی ذات کے بعد امام علی امام بنے۔ (جیســا کہ نبی اکرم کی حدیث ہے میرے بعد بارہ امام ہوں گے۔ ســنن ابوداؤد 4279، مشــکٰوۃ 5923۔ مســند احمد 19888، بخاری 7222)۔ اس طرح "لسانِ صدق علیا" پورا اترتا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صفات

- حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے محرف چچا (اب) کو چھوڑ دیا اور آپ تمام انسانوں کے باپ بن گئے۔ "ملۃ ابیکم" (حج/78)
- ان کے چچا نے آپ پر مظالم ڈھائے "واھجرنی ملیا" (مریم/46)، لیکن اللہ نے ان پر اپنا لطف نازل کیا "انہ کان بی حفیا" (مریم/47)
- آپ نے اللہ کے لیے کنارہ کشــی کی "اعتزلکم" (مریم/48)، آور آفاقی شہرت حاصل کی "جعلنا لھُم لِسان صدق علیا"
- آپ نے بتوں کو توڑا، اور خانہ توحید کے معمار بن گئے "وَاِذ یَرفَعُ اِبرٰھٖمُ القَوَاعِدَ مِنَ البَیتِ" (بقرہ/127)
- جب آپ نے خدا کے حضــور اپنی جان پیش کردی تو آپ پر آتش نمرود گلزار ہوکر رہ گئی۔ "قُلنَا یٰنَارُ کُونِی بَردًا وَّسَــلٰمًا عَلٰی اِبرٰھِیمَ (انبیاء/69)۔
- آپ نے اپنے فرزند کو ذبح ہونے کے لیے تیار کیا "فَلَمَّا اَســلَمَا وَتَلَّه لِلجَبِینِ (صــافات/103)۔ تو وہ ذبح ہونے ســے بچ گئے اور اس کی جگہ قربانی واجب ہوکر رہ گئی۔

- آپ اپنے آخری عمر تک بغیر أولاد کے رہے لیکن پھر بھی اللہ کی رضـا پر راضـی تھے، آخری عمر میں اللہ نے نبوت کو ان کے خاندان میں رکھ دیا۔
- آپ نے ویرانے میں کعبہ کو تعمیر کیا وہی کعبہ جو کائنات کا پرکشش مرکز بن گیا۔
- آپ نے بیابان میں اکیلے اور تن تنہا ہوکر آواز دی، تمام کائنات نے ان کی آواز پر لبیک کہی "وَاَذِّن فِی النَّاسِ بِالحَجِّ یَاتُوكَ" (حج/27)
- آپ نے اپنے نومولود کو بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑا تو اللہ نے آپ زمزم کو ہمیشہ کے لئے جاری کردیا۔
- آپ نے اپنے چچا کی دھمکی و تحقیر کے مقابلے میں اُسـے سـلام کیا "قال سـلٰم علیک".. اللہ نے آپ پر سـلام بھیجا "سـلٰم علی ابراہیم"
- آپ فردفرید تھے آج تمام آسمانی ادیان اپنے آپ کو ابراہیمی کہتے ہیں، پوری دنیا آپ کی دشـمن بن گئی تھی اللہ نے آپ کو اپنا خلیل بنا دیا۔ "واتخذ اللہ ابرٰھیم خلیلا".(تفسیر نور)

حضرت موسیٰ علیہ السلام – رسولاً نبیا

51- وَ اذۡکُرۡ فِی الۡکِتٰبِ مُوۡسٰۤی ۫ اِنَّہٗ کَانَ مُخۡلَصًا وَّ کَانَ رَسُوۡلًا نَّبِیًّا ﴿۵۱﴾

اور ذکر کرو کتاب میں موسیٰ کا، یقیناً وہ تھے مخلص اور تھے رسول نبی۔
(اظہر)

📖 جناب موسیٰ علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ بندے اور نبی مرسل تھے، مخلِص اگر لام زیر کے ساتھ ہو تو اس کا مطلب ہوتا ہے خلوص نیت کے سے کام کرنے والا بندہ۔ اور اگر لام کی زبر سے ہوجیسا کہ یہاں ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے اللہ کا خالص کیا ہو یعنی منتخب بندہ۔ (فیضان الرحمٰن)

رسولا نبیا

📖 اب اس میں اختلاف ہے کہ آیا نبی و رسول ایک حقیقت کے دو نام ہیں یا ان میں کوئی بنیادی فرق ہے؟ اور اگر ہے تو وہ کیا ہے؟
بعض پہلے نظریہ کے قائل ہیں کہ یہ ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ .. اللہ کا پیغام بندوں تک پہنچاتے ہیں۔
اور جو دوسرے نظریہ کے قائل ہیں ان میں پھر اختلاف ہے کہ ان میں بنیادی فرق کیا ہے؟ عام مشہور یہ ہے کہ نبی عام ہے اور رسول خاص، یعنی رسول نبی ضرور ہوتا ہے مگر یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر نبی رسول بھی ہو۔ یعنی جو صاحب شریعت ہو

اسے رسول کہا جاتا ہے اور نبی عام ہیں خواہ صاحب شریعت ہو یا نہ ہو۔

مگر احادیث ہلبیتؑ سے ان کے درمیان ایک اور فرق نمایاں ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ نبی وہ ہے جو خواب میں فرشتہ کو دیکھتا ہے اور س کی آواز سنتا ہے مگر بیداری کے عالم میں وحی کے وقت اسے نہیں دیکھتا مگر رسول وہ ہوتا ہے جو خواب میں بھی فرشتہ کو دیکھتا ہے اور اس کی آواز سنتا ہے اور بیداری کے عالم میں بھی وحی کے وقت فرشتہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ (اصول کافی و صافی وغیرہ) (فیضان الرحمٰن)

- سورہ اعراف آیت 158 (فَاٰمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الاُمِّيِّ) میں لغوی اعتبار سے علامہ پرویز احمد کی زبانی اس پر کچھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور وہ کہتے قرآن کی رو سے رسول و نبی میں کوئی فرق نہیں۔

- قرآن میں "رسول" لفظ زیادہ آیا ہے "نبی" کے مقابلے۔
"رسول" دوسرے مشتقاق کے ساتھ 215 بار اور صرف "رسول" (exact match) صرف 53 بار۔
"نبی" مشتقاق کے ساتھ 76 بار، اور exact match صرف 7 بار۔
- پر سورہ حج کی آیت 52، دونوں الفاظ کو اس طرح بیان کرتی جیسے دونوں میں کچھ فرق ہو۔
- وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ وَّلَا نَبِىٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤى اَلۡقَى الشَّيۡطٰنُ فِىۡۤ اُمۡنِيَّتِهٖ ۚ (حج، 22:52)

اوراے نبی ، تم سے پہلے ہم نے نه کوئی رسول ایسا بھیجا ہے نه نبی (جس کے ساتھ یه معامله نه پیش آیا ہو که) جب اس نے تمنا کی ، شیطان اس کی تمنا میں خلل انداز ہوگیا۔

52۔ وَ نَادَیۡنٰہُ مِنۡ جَانِبِ الطُّوۡرِ الۡاَیۡمَنِ وَ قَرَّبۡنٰہُ نَجِیًّا﴿۵۲﴾

اور ہم نے انہیں پکارا طور کی دائیں جانب سے اور انہیں اپنے قریب کیا سرگوشی کے لیے۔

(اسرار احمد)

53۔ وَ وَہَبۡنَا لَہٗ مِنۡ رَّحۡمَتِنَاۤ اَخَاہُ ہٰرُوۡنَ نَبِیًّا﴿۵۳﴾

اور عطا کیا اسے اپنی رحمت سے بھائی ہارون نبی۔

(اظھر)

وَاجۡعَلۡ لِّیۡ وَزِیۡرًا مِّنۡ اَہۡلِیۡ ۙ۲۹ (طه، 20:29)

📖 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپؐ نے علی علیہ السلام سے فرمایا:

اَنْتَ مِنِّی بِمَنْزِلَةِ ہَارُونَ مِنْ مُوسىٰ اِلَّا اَنَّہُ لَا نَبِیَّ بَعْدِی ۔ (الکافی ۸: ۱۰۶)

تجھے مجھ سے وہی مقام حاصل ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھا صرف یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

یہاں حضرت علی علیہ السلام کے لیے نبوت کا استثنا فرمایا ورنہ باقی موہبہ الٰہی اور رحمت خداوندی میں حضـرت علی علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام شریک ہیں۔(کوثر)

حضرت اسماعیلؑ – رسولاً نبیا – صادق الوعد

54- وَ اذۡکُرۡ فِی الۡکِتٰبِ اِسۡمٰعِیۡلَ ۫ اِنَّہٗ کَانَ صَادِقَ الۡوَعۡدِ وَ کَانَ رَسُوۡلًا نَّبِیًّا ﴿ۚ۵۴﴾

اور ذکر کرو کتاب میں اسماعیل کا، یقیناً تھے وہ وعدے کے سچے اور تھے رسول نبی۔
(اظھر)

📖 وعدہ کی وفا اس قدر اہم صفت جلیلہ ہے کہ اس کی وجہ سے خدا اپنے نبی مرسل کی مدح و ثنا کر رہا ہے۔ ارشاد قدرت ہے کہ "اوفوا بالعهد ان العهد کان مسئولا۔ (اسراء، 17:34)" وعدہ کی وفا کرو کیونکہ اس کے بارے میں بازپرس کی جائے گی۔
مروی ہے کہ آپ نے ایک بندہ سے ایک خاص مقام پر ملنے کا وعدہ کیا۔ لہٰذا آپ تو وہاں پہنچ گئے مگر وہ شخص اپنا وعدہ بھول گیا۔ تو آپ نے تین دن تک وہاں اس کا انتظار کیا (مجمع البیان) (فیضان الرحمٰن)

📖 أصول کافی میں حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:
جس شخص میں تین علامتیں پائی جائیں وہ منافق ہے، چاہے وہ شخص نمازیں پڑھے، روزے رکھے اور اپنے آپ کو مسلمان تصور کرے:

1. جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ خیانت کرے۔
2. جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے۔
3. جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے: سَـــوَآءٍؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الخَآىِٕنِینَ (انفال، 8:58) "بے شــــک اللہ تعالٰی خیانت کرنے والوں کو پســـند نہیں کرتا۔"

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: لَّعنَتَ اللّٰہِ عَلَی الکٰذِبِینَ (العمران، 3:61) "جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہے۔"

فرمانِ قدرت ہے: وَ اذکُر فِی الکِتٰبِ اِسمٰعِیلَ اِنَّہ کَانَ صَادِقَ الوَعدِ وَ کَانَ رَسُولاً نَّبِیًّا۔ (مریم، 19:54) "کتاب میں اسماعیل کا ذکر کرو وہ وعدہ کا پکا اور رسول نبی تھا۔ (تفسیر نورالثقلین)

📖 اصول کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

اســـماعیلؑ پیغمبر کو اللہ تعالٰی نے "صـــادق الوعد" کا لقب دیا کیونکہ انھوں نے ایک شـــخص ســـے ایک جگہ کا وعدہ کیا تھا۔ آپ وعدہ کے مطابق اس جگہ گئے لیکن وہ شـــخص وہاں نہ آیا۔ آپ کو اپنے وعدے کا اتنا پاس تھا کہ اس جگہ ایک ســـال تک ٹھرے رہے اور اس کا انتظار کرتے رہے۔ ســـال کے بعد وہ شـــخص آیا تو آپ نے اس ســـے فرمایا: میں تو ایک ســـال ســـے تیرا انتظار کر رہا ہوں۔ (تفسیر نورالثقلین)

55۔ وَ کَانَ یَاۡمُرُ اَہۡلَہٗ بِالصَّلٰوۃِ وَ الزَّکٰوۃِ ۪ وَ کَانَ عِنۡدَ رَبِّہٖ مَرۡضِیًّا﴿۵۵﴾

اور وہ اپنے اہل کو نماز و زکوٰۃ کا حکم دینے والے تھے اور اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ تھے۔

(اظھر)

✎ صـــرف خود نیک اور اچھا نہیں بننا، بلکہ اپنے اہل کو بھی نماز و زکوٰۃ کا حکم دینا ہے۔

🕮 رَسُــولًا :آ پؑ کو رسـول کہنے ســے یہ بات واضـح ہو جاتی ہے کہ قدیم عربوں میں آپؑ توحید کے داعی تھے۔ چنانچہ اســماعیل علیہ الســلام کے بعد ایک جماعت ہمیشـــہ توحید پر قائم رہی۔ (کوثر)

🕮 رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سے بھی یہ بات واضح ہو جاتی ہے جس میں آپ ؐ نے فرمایا:
لم ازل انقل من اصلاب الطاہرین الی ارحام الطاہرات ۔ (بحار الانوار ۱۵:۱۱۷)
میں پاکیزہ صــلبوں ســے پاکیزہ رحموں میں منتقل ہوتا رہا ہوں۔(کوثر)

🕮 "اھل" کی معنی تو "گھر والے" ہوتے ہیں، بنیادی معنی تو یہی ہے، ... نبی اکرم صلوٰۃ وسلم کو یہی حکم آگے آئے گا "وامر اھلک باالصلوٰۃ – (طہٰ، 20:132)"۔ (مطالع قرآن @1:22)

حضرت ادریس علیہ السلام – صدیقاً نبیا

56۔ وَ اذۡکُرۡ فِی الۡکِتٰبِ اِدۡرِیۡسَ ۫ اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیۡقًا نَّبِیًّا ﴿٥٦﴾

اور ذکر کرو کتاب میں ادریس کا، یقیناً وہ صدیق نبی تھے۔

(اظھر)

57۔ وَّ رَفَعۡنٰہُ مَکَانًا عَلِیًّا ﴿٥٧﴾

اور ہم نے ان کو اعلٰی مکان پر بلند کیا۔

(اظھر)

📖 وَّ رَفَعۡنٰہُ مَکَانًا عَلِیًّا :توریت میں قابیل کے فرزند حنوک کا ذکر آتا ہے۔ اگر حنوک سے مراد حضرت ادریس علیہ السلام ہیں تو اس میں یہ ذکر بھی ہے کہ ان کو اللہ نے اٹھا لیا تھا۔ اسلامی روایات میں یہ ذکر ملتا ہے کہ ان کو آسمان چہارم پر اٹھا لیا گیا ہے۔ (کوثر)

📖 اسرائیلی روایات کے زیر اثر بعض لوگوں نے اس سے رفع سماوی مراد لیا ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح زندہ اٹھا لیا تھا۔ معراج کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کی چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تھی۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں الفاظ قرآنی بہت واضح ہیں : رَافِعُکَ اِلَیَّ آلعمران:55 کہ میں آپ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ ان الفاظ سے رفع سماوی کا مفہوم متعین ہوجاتا ہے' جبکہ

حضـرت ادریس علیہ السـلام کے بارے میں آیت زیر نظر میں لفظ ”رفع“ کے ســاتھ ”اِلٰی“ کی عدم موجودگی میں یہ مفہومؓ متعین نہیں ہوتا۔ چناچہ یہاں پر اس لفظ کا یہی مفہوم مراد لیا جاسکتا ہے کہ ہم نے انہیں بلند مقام عطا کیا۔ (اسرار احمد)

حضـرت ادریس علیہ السـلام حضـرت نوح علیہ السـلام کے پر دادا تھے۔ "طوفانِ نوح" اللہ کا عذاب تھا، اور جو سفینہ نوح میں سوار ہوا، بس وہ نجات یافتہ ہوا باقی سب ہلاک ہوئے۔
اب یہ ہے کہ، حضـرت ادریس علیہ السـلام کشـتی نوح میں سـوار ہونے کا کوئی خبر نہیں ملتی، اور ان کے وفات کا بھی کوئی ذکر نہیں ملتا۔ اس لیے اسـرائیلیات سـے یہ اخذ کیا جاتا ہے کہ انہیں اللہ نے آسـمان پر اٹھا لیا۔ ... (بہرحال قیامت سـے پہلے موت تو سـب کو آنی ہے، چاہے آسـمانوں میں ہو یا زمین پر، حتیٰ کہ موت کو بھی موت آنی ہے۔)
ویسے اسرائیلیات سے یہ بھی معلوم ہوتا، وہ پہاڑوں کی بلندیوں پر غاروں میں جاکر اللہ کی عبادت کرتے تھے... اور وہیں پر اپنا مکان بنایا ہوا تھا۔

یعنی انہیں آسـمان کی سـیر کرائی جو ایک محدود درجہ تک کی معراج تھی۔
اب انبیاء ما سـلف میں آسـمان کی طرف معراج کی مثال مسـلم طور پر موجود ہے تو کتنے افسـوس کی بات ہے کہ اہل سـنت میں سـے ایک طبقہ معراج رسـول کو بیت المقدس تک محدود کرکے

افضل المرسلین کی منزل کو جناب ادریس علیہ السلام کی منز سے بھی کم تر قرار دیتا ہے۔ (فصل الخطاب)

قصه ادریسؑ

اس مقام پر ایک قصہ حضرت ادریس علیہ السلام کے حوالے سے مختلف تفاسیر میں نقل ہوتا ہے، کہ حضرت ادریس علیہ السلام کس طرح "بلند مقام" پر پہنچے۔ اس قصہ کو تفصیل سے مذکورہ ذیل تفاسیر میں پڑھا جا سکتا، یا اے آئی ڈپکشن ویڈیو بھی آپ کو دیکھنے کو مل جائے گی۔

(اب کچھ کا خیال ہے کہ یہ قصہ ایک خارج از بائیبل کتاب "Book of Enoch" سے ماخوذ ہے، پر ذاتی طور پر میں نے اس کو پڑھا ابھی وہاں سے پڑھا نہیں۔)

المختصر یہ کہ ایک بار حضرت ادریس علیہ السلام کی ملاقات "ملک الموت سے ہوجاتی ہے، اور حضرت ادریس ان سے 3 چیزوں کی ڈمانڈ کرتے...مجھے موت کا مزہ چکھا، مجھے جھنم دکھا، مجھے جنت دکھا... ایک بار جنت پہنچ جاتے تو پھر وہاں سے واپس آنے کا نام نہیں لیتے۔

..."میں ملک الموت ہوں۔ میں نے اپنے رب سے اجازت طلب کی تھی کہ میں آپ سے ملوں تو اس نے مجھے اجازت دی۔ حضرت ادریس نے کہا : مجھے آپ سے ایک کام ہے۔ حضرت ملک الموت نے کہا : وہ کیا ہے ؟ فرمایا : تو میری روح قبض کرلے۔ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو وحی فرمائی کہ اس کی روح قبض کرلے۔ ملک

الموت نے اس کی روح قبض کرلی۔ ایک لمحہ بعد اللہ تعالیٰ نے اس کی روح لوٹا دی۔ ملک الموت نے حضـرت ادریس سـے کہا : تیری روح قبض کرنے میں کیا فائدہ ہوا ؟ فرمایا : تاکہ میں موت کی تکلیف چکھ لوں اور میں اس کے لیے زیادہ اسـتعداد حاصـل کروں۔ پھر حضـرت ادریس نے ملک الموت سـے کہا : مجھے تجھ سـے ایک اور کام ہے۔ ملک الموت نے کہا : وہ کیا ہے ؟ فرمایا تو مجھے آسـمـان کی طرف بلـند کرتـا کـہ میں جنـت اور دوزخ کو دیکھوں۔ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو اذن دیا کہ اسـے آسـمانوں کی طرف لے جائے۔ حضـرت ادریس نے آگ دیکھی تو غشـی طاری ہوگئی جب افاقہ ہوا تو کہا : مجھے جنت دکھائو۔ وہ اسـے جنت میں لے گئے پھر حضـرت ادریس سـے ملک الموت نے کہا : جنت سـے باہر نکلو تاکہ میں تجھے اپنی جگہ پر لوٹا دوں تو حضـرت ادریس نے ایک درخت کو پکڑ لیا اور کہا : میں جنت سـے نہیں نکلوں گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان فیصـلہ کے لیے ایک فرشـتہ بھیجا جس نے فیصـلہ کرنا تھا اس فرشـتے نے حضـرت ادریس سـے پوچھا : تم جنت سـے کیوں نہیں نکلتے ؟ حضـرت ادریس نے کہا : کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : کل نفس ذائقۃ الموت (آل عمران) (185: ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے) اور میں موت کا ذائقے چکھ چکا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وان منکم الاواردھا(مریم، 71) تم میں سے ہر ایک نے دوزخ پر وارد ہونا ہے۔ اور میں اس پر وارد ہوچکا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا : وماھم منھا بمخرجین۔ (الحجر، 48) وہ اس (جنت) سـے نکلنے والے نہیں؟ پھر میں اس سے کیسے نکلوں؟ اللہ تعالیٰ نے ملک

الموت سے فرمایا : میرے اذن سے وہ جنت میں داخل ہوئے تھے اور میرے حکم سے ہی باہر نکلیں گے، پس حضرت ادریس (علیہ السلام) جنت میں زندہ ہیں اور ورفعنہ مکانا علیا۔ سے یہی مراد ہے۔" (تفسیر قرطبی)، (تفسیر مظھری)، (تفسیر بغوی)۔

✎ اس طرح کی ایک روایت تفسیر نورالثقلین میں بھی درج ہے:

📖 " -111في تفسير على بن إبراهيم حدثني ابى عن محمد بن ابى عمير عمن حدثه عن أبي عبد الله عليه السلام قال :ان الله تبارك و تعالى غضب على ملك من الملائكة فقطع جناحه و ألقاه في جزيرة من جزائر البحر، فبقي ما شاء الله عز و جل في ذلك البحر، فلما بعث الله عز و جل إدريس عليه السلام جاء ذلك الملك اليه فقال: يا نبي الله ادع الله أن يرضى عنى و يرد جناحي، قال: نعم فدعا إدريس فرد الله عز و جل عليه جناحه و رضى عنه، قال الملك لإدريس:
أ لك حاجة؟ قال: نعم أحب ان ترفعني الى السماء حتى انظر الى ملك الموت فانه لا عيش لي مع ذكره، فأخذه الملك على جناحه حتى انتهى به الى السماء الرابعة فاذا ملك الموت يحرك رأسه تعجبا، فسلم إدريس عليه السلام على ملك الموت، فقال له: مالك تحرك رأسك؟
قال: ان رب العزة أمرنى ان أقبض روحك بين السماء الرابعة و الخامسة، فقلت: يا رب و كيف يكون هذا و غلظ السماء الرابعة مسيرة خمسمائة عام، و من السماء الرابعة الى السماء الثالثة مسيرة خمسمائة عام، و كل سمائين و ما بينهما كذلك فكيف

يكون هذا؟ ثم قبض روحه بين السـماء الرابعة و الخامسـة، و هو قوله عز و جل:» وَ رَفَعْناهُ مَكاناً عَلِيًّا «و سـمى إدريس لكثرة دراسته الكتب. (تفسیر نورالثقلین، عربی، ج3، ص350)

📖 "حضرت ادریسؑ کی وفات کے متعلق حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جبریلؑ امین نے بتایا کہ ایک فرشتہ کو خدا کے ہاں کافی قدرو منزلت (حاصل) تھی۔ ایک مرتبہ اس پر اللہ تعالٰی کا عتاب نازل ہوا۔ اللہ تعالٰی نے اسے آسمان سے زمین پر بھیج دیا۔ وہ فرشتہ حضرت ادریس کے پاس آیا اور ان سے عرض کیا کہ آپ کو خدا کی بارگاہ میں بڑا مقام حاصل ہے، آپ میرے لیے بارگاہِ خداوندی میں شفاعت فرمائیں۔
حضرت ادریسؑ نے تین دن تک مسلسل روزے رکھے اور ان کے درمیان افطار نہ کیا۔ پھر چوتھے دن سحر کے وقت آپ نے اس کے حق میں دعا فرمائی۔ اللہ نے آپ کی دعا قبول کی۔ فرشتے نے آپ سے کہا کہ اب میرے پَر آزاد ہوچکے ہیں اور میں دوبارہ پرواز کرسکتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کے احسان کا بدلہ چکاؤں۔
حضرت ادریسؑ نے کہا: اگر یہ بات ہے تو میں مجھے اپنے پروں پر سوار کرو اور آسمانوں پر لے جاؤ، وہاں جاکر ملک الموت کو دیکھنا چاہتا ہوں، کیونکہ جب بھی میں اس کو یاد کرتا ہوں تو زندگی بے مزہ ہوجاتی ہے۔
فرشتے نے آپ کو پروں پر سوار کیا اور جب آپ چوتھے اور پانچویں آسمان کے درمیان پہنچے تو وہاں آپ نے دیکھا کہ ملک الموت

کھڑا تعجب سے اپنا سر ہلا رہا تھا۔ آپؑ نے اسے سلام کی اور فرمایا: تم سر کیوں ہلا رہے ہو؟

ملک الموت نے کہا: اللہ تعالٰی نے مجھے حکم دیا کہ میں چوتھے اور پانچویں آسمان کے درمیان تمھاری روح قبض کروں۔ میں حیران تھا کہ زمین پر رہنے والے شخص کی روح میں یہاں کیسے قبض کروں گا، کیوں کہ زمین سے یہ مقام ہزاروں سالوں کے فاصلہ پر ہے۔ لیکن اب تم خودبخود یہاں آہی گئے۔ اس کے بعد ملک الموت نے چوتھے اور پانچویں آسمان کے درمیان آپ کی روح قبض کی۔ (تفسیر نورالثقلین، اردو ترجمہ، ج5، ص424)

✎ اس روایت کو میں نے عربی اردو دونوں حوالوں سے نقل کیا ہے۔ اور میرے لیے جو خاص بات ہے اس روایت میں وہ یہ کہ اس میں "ایک فرشتہ" پر اللہ کی طرف سے "عذاب/عتاب" کی بات ہورہی جس کی وجہ سے اس کے پَر ناکارہ ہوجاتے اور وہ زمین پر آگِرتا۔

دوسری جانب Book of Enoch / حضرت ادریس کی کتاب میں Fallen Angels کا پورا باب ہے۔ اب واللہ اعلم یا تو دونوں باتیں ایک دوسرے کی تائید کرتی اور درست ہیں۔ یا دونوں باتیں ایک نے دوسرے سے نقل کی اور دونوں غلط ہیں۔

✎ (یاد رہے "ہاروت و ماروت" بھی دو فرشتے تھے جو آزمائش کے خاطر دنیا میں بھیجے گئے۔ قصہ سورہ بقرہ آیت 102 میں مذکور ہے۔ اسلامی روایات اس معاملے میں خاموش ہیں، پر ضعیب بنی اسرائیلی روایات کہتی کہ وہ ایک عورت کی عشق میں گرفتار ہوئے، قتل کیا، زنا کیا، اور بابل میں سزا کے طور پر لٹکائے گئے)

دوســرا یہ کہ عربی متن میں ملک الموت فرماتے، ایک آســمان سے دوسرے آسمان کے بیچ 500 سال کا فرق ہے۔ (خاص بات یہ ہے کہ وہ "سالوں" کی بات کرتے، "میلوں" کا نہیں۔ "سالوں" کی مناســبت ســے اگر ہم light years بھی کائونٹ کریں تو کیا یہ اشارہ ہے کہ ایک آسمان سے دوسرے میں واقعی اتنا فرق ہے؟؟ (ملکی وے کا مرکز ہم سے 26000 نوری سال دور ہے 7x500 کے حساب سے ہم 3500 تک پہنچ پائیں گے... واللہ اعلم)

58۔ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ مِنۡ ذُرِّیَّۃِ اٰدَمَ ٭ وَ مِمَّنۡ حَمَلۡنَا مَعَ نُوۡحٍ ۫ وَّ مِنۡ ذُرِّیَّۃِ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ اِسۡرَآءِیۡلَ ۫ وَ مِمَّنۡ ہَدَیۡنَا وَ اجۡتَبَیۡنَا ؕ اِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتُ الرَّحۡمٰنِ خَرُّوۡا سُجَّدًا وَّ بُکِیًّا ﴿۵۸﴾ سجدہ

یہ وہ انبیاء ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا جو اولاد آدم میں سے ہیں اور ان میں سے جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں اٹھایا اور ابراہیم و اسرائیل کی اولاد میں سے اور ان لوگوں میں سے جنہیں ہم نے ہدایت دی اور برگزیدہ کیا، جب ان پر رحمن کی آیات کی تلاوت کی جاتی تو وہ روتے ہوئے سجدے میں گر پڑتے۔
(بلاغ القرآن)

📖 چنانچہ ســورہ حمد میں اَنعَمتَ عَلَیہِم ”جن پر انعام کیا ہے“ کے یہ اوصــاف بتائے کہ نہ تو ان پر اللہ کا غضــب ہوا ہے نہ وہ گمراہ ہوئے ہیں۔ رضــائے الٰہی اور ہدایت کی راہ پر ہیں۔ یہ دو باتیں ان لوگوں کے اوصاف ہیں جن پر اللہ کا انعام ہوا ہے۔
چنانچہ دوسـری جگہ اس بات کی صـراحت موجود ہے کہ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ میں کون کون شامل ہیں:

وَ مَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ الرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیۡقِیۡنَ وَ الشُّہَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیۡنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیۡقًا (۴ نساء:۶۹)

اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے وہ انبیاء، صدیقین، گواہوں اور صالحین کے ساتھ ہو گا جن پر اللہ نے انعام کیا ہے اور یہ لوگ کیا ہی اچھے رفیق ہیں۔ (کوثر)

📖 **اس سے پہلے آیات میں دس نبیوں کا ذکر آیا ہے، اُن کے أسماء یہ ہیں: زکریا، یحیٰی، عیسٰی، ابراہیم، إسحاق، یعقوب، موسٰی، ہارون، اسماعیل، اور ادریس علیہم السلام۔**

یہ انبیاء کا وہ گروہ ہے کہ ہم دن میں (کم سے کم) دس مرتبہ اپنی نماز میں بارگاہ خداوندی میں دعا مانگتے ہیں کہ ہمیں ان کے راستے پر چلا... اهدنا الصراط المستقیم۔ (تفسیر نور)

📖 **اسرائیل: بعض لوگ کہتے ہیں مطلب "خدا کا بندہ"، بعض کہتے ہیں "خدا کا جوان"، بہرحال "ئیل" لفظ عبرانی میں "خدا" کے لیے آتا ہے، "ئیل یا ایلوہیم"... (مطالع قرآن @1:29)**

59۔ فَخَلَفَ مِنۡۢ بَعۡدِہِمۡ خَلۡفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ وَ اتَّبَعُوا الشَّہَوٰتِ فَسَوۡفَ یَلۡقَوۡنَ غَیًّا ﴿۵۹﴾

پھر ان کے بعد ایسے ناخلف ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشات کے پیچھے چل پڑے پس وہ عنقریب ہلاکت سے دوچار ہوں گے۔

(بلاغ القرآن)

فَخَلَفَ مِنۡۢ بَعۡدِہِمۡ خَلۡفٌ وَّرِثُوا الۡکِتٰبَ--- اعراف، (7:169)

پھر ان کے پیچھے ناخلف لوگ آئے جو کتاب کے وارث بنے، وہ اسی دنیاکی متاع لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم یقیناً بخش دئے جائیں گے اور اگر ایسی ہی متاع ان کے سامنے پھر آئے تو اس کو لے لیں گے کیا۔

📖 خلف :جانشین کے معنوں میں ہے. کبھی خلف سے ناخلف مراد لیتے ہیں جیسے اس آیت میں ہے. کہتے ہیں کہ خَلَف لام پر فتحہ کے ساتھ اچھے اور خَلْف بہ سکون لام برے جانشین کے لیے آتا ہے. (کوثر)

📖 ہندی میں سنسکرت سے بیٹے کو "پوت" کہتے ہیں، پھر اس سے "سپوت" اور "کپوت" بنتا ہے. (اچھا بیٹا اور بُرا بیٹا). .. اپنے ٹیٹھ پنجابی میں سنا ہے لوگوں کو بولتے، پتر، سپتر، کپتر. عربی میں (سپتر ک لیے) خلف الرشید لگا دیتے. الرشید اس کی صفت کے طور پر آتا ہے. (مطالع قرآن @1:00)

✎ سندھی میں بیٹے کو "پُٹر" کہتے، جو پنجابی کے "پتر" سے ملتا جلتا. پر لکھنے میں اسے "پُٹ" لکھتے، جو سنسکرت کے "پوت" سے ملتا جلتا ہے.

📖 اس آیت کے ذیل میں وہ مسلمہ حدیث بھی پڑھیے جس کے تحت جو کچھ سابقہ امتوں میں ہوا وہی کچھ اس امت میں بھی رونما ہو گا.

چنانچہ حضرت حزیفۃ بن یمانؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ولتسلکن طریق من کان قبلکم حذو القذۃ بالقذۃ وخدوا لنعل بالنعل .(تہذیب الاثار طبری ۷ :۷۱. مسند الشامیین طبرانی ۳ : ۳۲۳)

تم لوگ اپنے سے پہلے لوگوں کی روش و انداز کے برابر قدم بہ قدم چلو گے۔ (کوثر)

📖 کتاب الخصال میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

"میری امت میں سے جو شخص چار باتوں سے محفوظ رہے تو اس کے لیے جنت ہے۔

1. جو دنیاداری میں داخل نہ ہو
2. جو خواہشات کی پیروی سے محفوظ ہو۔
3. شکم کی ناجائز خواہشات سے بچے۔
4. شرم گاہ کے حرام تقاضوں سے جدا رہے۔ (نورالثقلین)

60۔ اِلَّا مَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّۃَ وَ لَا یُظۡلَمُوۡنَ شَیۡئًا ﴿۶۰﴾

مگر جو توبہ کریں، ایمان لائیں اور نیک اعمال بجا لائیں تو وہ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کچھ بھی ظلم نہ ہو گا۔
(بلاغ القرآن)

✎ (1) "تاب" توبہ کرو...

(2) "آمن" ایمان لائو/ایمان کی تجدید کرو... (جیسے گناہوں سے بندے کا ایمان بھی ضائع ہوجاتا ہو)

(3) "عمل صالحا" انجام دو، نماز کو ضائع نہ کرو۔

جنت کے میں داخل ہونے کے بس 3 steps... 1، 2، 3...

توبہ در قرآن

📖 یہ قرآن مجید کا معمول ہے کہ عذاب کی آیات کے بعد یہ جملہ ذکر فرمایا "الا الذین تابوا" (بقرہ/160) یا یہ جملہ بیان کیا "الا من تاب" اس سے مراد یہ ہے کہ اصلاح کی راہ کسی پر بند نہیں ہے۔

⇦ توبہ کرنا واجب ہے کیونکہ فرمانِ خداوندی ہے "توبوا الی اللہ" (تحریم/8)

⇦ توبہ کی قبولیت قطعی و یقینی ہے کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں کہ ہم اس کے حکم کے مطابق توبہ کریں اور وہ قبول نہ فرمائے۔ "وَهُوَ الَّذِی یَقبَلُ التَّوبَةَ عَن عِبَادِهٖ" (شوریٰ/25)، "اِنَّه هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیمُ " (بقرہ/37)

⇦ خداوند تعالٰی توبہ کو بھی قبول کرتا ہے اور جو بہت توبہ کرے اُسے بہت دوست رکھتا ہے۔ "اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِینَ وَیُحِبُّ المُتَطَهِّرِینَ" (2:222)

⇦ توبہ نیک عمل ہے اور گناہوں کا کفارہ ہے۔ "وَمَن تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا" (فرقان/71)، "تَابَ مِن بَعدِهٖ وَاَصلَحَ ۙ" (6:54)، "اِلَّا الَّذِینَ تَابُوۡا وَاَصلَحُوا وَبَیَّنُوا فَاُولٰٓئِكَ اَ تُوبُ عَلَیهِم ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیمُ " (2:160)

⇦ توبہ میں رُستگاری پوشیدہ ہے "وَتُوبُوا اِلَی اللّٰہِ جَمِیعًا اَیُّهَ المُؤمِنُونَ لَعَلَّكُم تُفلِحُونَ" (نور/31)

⇦ توبہ وہ عمل ہے جو سئیات کو حسنات میں بدل دیتا ہے
"اِلَّا مَن تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًـــا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِم حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَّحِيمًا" (فرقان/70)

⇦ توبہ نزول باران کا سبب ہے.
"رَبَّكُم ثُمَّ تُوبُوا اِلَيهِ يُرسِلِ السَّـمَآءَ عَلَيكُم مِّدرَارًا وَّيَزِدكُم قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُم" (هود/52) "
اپنے رب سے معافی چاہو، پھر اس کی طرف پلٹو وہ تمھارے اوپر خوب بارشیں برسائے گا اور تمھاری قوت پر مزید قوت کا اضافہ کرے گا"

⇦ توبہ بہترین رزق کے حصول کا سبب ہے "وَّاَنِ استَغفِرُوا رَبَّكُم ثُمَّ تُوبُوا اِلَيهِ يُمَتِّعكُم مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى" (هود/3)
"اور یہ کہ اپنے رب سے استغفار کرو پھر اس کی جناب میں توبہ کرو وہ تمہیں (دُنیوی زندگی میں) مال و متاع دے گا بہت اچھا"

⇦ جس وقت انسان اپنی موت کے آثار کو دیکھ لے اور عذاب کو دیکھ لے تو اس وقت توبہ کے دروازے بند ہوجاتے ہیں
"حَتّٰى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ المَوتُ قَالَ اِنِّى تُبتُ الـٰٔنَ " (نساء/18)
"اور ایسے لوگوں کا کوئی حق نہیں ہے توبہ کا جو برے کام کیے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو اس وقت وہ کہتا ہے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں"

⇦ خداوند تعالٰی توبہ کی قبولیت کے بعد اپنے بندے پر خصــوصــی لطف فرماتا ہے
"هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ" (2:37)، "مِّنهُم ثُمَّ تَابَ عَلَيهِمۚ اِنَّه بِهِم رَءُوفٌ رَّحِيمٌ " (توبہ/117)، "وَاســتَغفِرُوا رَبَّكُم ثُمَّ تُوبُوا اِلَيـهِۚ اِنَّ رَبِّى رَحِيمٌ وَّدُودٌ (ھود/90)،
ان تمام آیات میں توبہ کے عنوان کے ســاتھ ســاتھ الٰہی رحمت و محبت کے مسئلہ کی طرف اشارہ بھی ہوا ہے۔

⇦ قرآن پاک نے توبہ کو ترک کرنا ظلم اور ہلاکت قرار دیا ہے۔ "ثُمَّ لَم يَتُوبُوا فَلَهُم عَذَابُ جَهَنَّمَ" (بروج/10) "

پھر انہوں نے توبہ بھی نہیں کی تو ان کے لیے ہوگا جہنم کا عـذاب"،
"وَمَن لَّم يَتُب فَاُولَٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُونَ" (حجرات/11) " اور جو کوئی توبہ نہ کرے تو وہی ہیں بے انصاف"
(تفسیر نور)

جنت

61۔ جَنّٰتِ عَدۡنِ الَّتِیۡ وَعَدَ الرَّحۡمٰنُ عِبَادَہٗ بِالۡغَیۡبِ ؕ اِنَّہٗ کَانَ وَعۡدُہٗ مَاۡتِیًّا ﴿۶۱﴾

(یعنی) بہشت جاودانی (میں) جس کا خدا نے اپنے بندوں سے وعدہ کیا ہے اور جو ان کی آنکھوں سے (پوشیدہ (ہے)۔ بےشک اس کا وعدہ (نیکوکاروں کے سامنے) آنے والا ہے۔
(جالندھری)

✎ "بالغیب" کا اطلاق وعدہ پر ہے؟ یا بندوں پر ہے؟ یا یا جنت پر ہے۔
اگر کہیں غیب کا اطلاق وعدہ پر ہے تو غیبی وعدہ تو نہیں ہوسکتا، جب کہ اللہ نے اس کو کتاب میں بیان کر کے عیاں بھی کردیا۔ (کہ وہ اب غیب رہا نہیں)
اگر کہیں، اپنے بندوں سے جنت کا وعدہ پس پردہ (غیب میں) کیا، تو بھی بات تھوڑی عجیب ہے، یعنی دنیا میں ہی ہر جنت کو غیبی طور پر اس کو وعدہ مل جاتا ہے کہ وہ جنتی ہے۔
پر اگر اس "بالغیب" کا اطلاق "جنت عدن" سے کریں تو بات واضح ہوجاتی ہے کہ اللہ نے اپنے بندوں سے جنت عدن کا وعدہ کیا جو غیب میں ہے۔ یعنی اللہ کے بندے اس غیبی جنت پر یقین رکھتے جس کا اللہ نے وعدہ کیا ہے، حالانکہ وہ انہوں نے دیکھی تک نہیں۔ پر چونکہ اللہ نے وعدہ کیا ہے تو وہ یقین رکھتے اور عمل کرتے۔ یعنی وہ اللہ کے قول و وعدہ کے زیادہ ریسپیکٹ دیتے، جنت کے مقابلے، کیونکہ وہ تو غیب میں ہے جو کسی نے دیکھی تک نہیں۔

62۔ لَا یَسۡمَعُوۡنَ فِیۡہَا لَغۡوًا اِلَّا سَلٰمًا ؕ وَ لَہُمۡ رِزۡقُہُمۡ فِیۡہَا بُکۡرَۃً وَّ عَشِیًّا ﴿۶۲﴾

وہ نہیں سنیں گے اس میں کوئی لغوبات مگر صرف سلام اور ان کے لیے ان کا رزق ہوگا اس میں صبح اور شام۔

(اسرار احمد)

اِلَّا قِیۡلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ٢٦ (واقعه، 56:26)

📖 محاسن برقی اور طبُ الائمہ میں مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: میرے جسم میں درد اُٹھتے رہتے ہیں اور میں بدہضمی میں مبتلا رہتا ہوں۔
آپؑ نے فرمایا: تم کھانا صرف صبح اور شام کے أوقات میں کھایا کرو۔ کیا تم نے اللہ تعالٰی کا یہ فرمان نہیں سنا: ولهم رزقهم فيها بكرة و عشيا۔ "انھیں صبح و شام رزق پہنچایا جائے گا۔" (نورالثقلین)

📖 بہشت میں مختلف زمانے و أوقات ہوں گے (صبح و شام) (بکرۃ و عشیا) (تفسیر نور)

63۔ تِلۡکَ الۡجَنَّۃُ الَّتِیۡ نُوۡرِثُ مِنۡ عِبَادِنَا مَنۡ کَانَ تَقِیًّا ﴿۶۳﴾

یہ ہے وہ جنت جس کا ہم وارث بنائیں گے اپنے بندوں میں سے ان کو جو متقی ہوں گے۔

(اسرار احمد)

📖 یہ تعبیر شاید اس لیے ہو کہ ہر بہشتی کے چار باغ ہوں گے جیسا کہ سورہ رحمٰن میں آیا ہے "ولِمن خاف مقام ربہ جنتٰن (46)... ومن دونهما جنتٰن (62)۔ یعنی ہر متقی انسان کے دو باغ ہوں گے

پھر ان دو باغوں کی توصیف کے بعد فرمایا ان دو باغوں کے علاوہ اور دو باغ بھی ہیں، تو اس طرح چار باغ ہوجاتے ہیں۔ (تفسیر نور)

🕮 حدیث میں آیا ہے کہ ہر انسان کی (ایک) جگہ جنت میں بھی ہے اور (ایک) دوزخ میں بھی ہے۔ اگر وہ بہشت میں چلا گیا تو اس کی دوزخ والی جگہ اہل دوزخ کی میراث بن جاے گی، اگر وہ دوزخی ہوا تو پھر اس کی جنت والی جگہ اہل جنت کی میراث ٹھہرے گی۔ (تفسیر نور بحوالہ نورالثقلین)

✎ یہ روایت ان روایات کے خلاف جاتی جو کہتی کہ جب نیک عمل ہوتا تو جنت اینٹیں لگنا شروع ہوجاتی، درخت بنتے، محل بننے لگ جاتے۔ اور جب گناہ کیا جاتا تو جہنم میں سانپ بچھو پیدا ہونا شروع ہوجاتے، یعنی آگ کا بندہ بندوبست ہونے لگتا۔ (اب یا یہ روایت غلط ہے یہ وہ غلط ہیں، یعنی ہر شخص کی عمل سے جنت جہنم نہیں بنتی، بلکہ پہلے سے بنی ہوئی ہے۔)

فرشتوں کا نزول

64۔ وَ مَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمۡرِ رَبِّکَ ۚ لَهٗ مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡنَا وَ مَا خَلۡفَنَا وَ مَا بَیۡنَ ذٰلِکَ ۚ وَ مَا کَانَ رَبُّکَ نَسِیًّا ﴿۶۴﴾

اور ہم نہیں اترتے، پر تمہارے رب کے امر سے، اُسی کے لیے ہے جو آگے ہے اور جو پیچھے ہے اور جو ان کے درمیان ہے، اور تمہارا رب نہیں کچھ بھولنے والا۔

(اظھر)

تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِکَةُ وَالرُّوۡحُ فِيۡهَا بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ ۚ مِّنۡ كُلِّ اَمۡرٍ ۛ ۙ ٤ (قدر، 97:4)

فرشتے اور روح ، اس میں اپنے رب کے اذن سے ہر حکم لے کر اترتے ہیں۔

-

أَقِمِ ٱلصَّلَوٰةَ لِدُلُوكِ ٱلشَّمْسِ إِلَىٰ غَسَقِ ٱلَّيْلِ وَقُرْءَانَ ٱلْفَجْرِۖ إِنَّ قُرْءَانَ ٱلْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا

اردو ترجمہ:

"نماز قائم رکھو سورج کے ڈھلنے سے لے کر رات کے اندھیرے تک، اور فجر کے وقت قرآن (نمازِ فجر)، بے شک فجر کا قرآن (نماز) مشھود (فرشتوں کی گواہی والا) ہوتا ہے۔"

اس آیت کے متعلق منقول ہے کہ یہ ملائکہ کا کلام ہے، جسے اللہ تعالٰی نے آیتِ قرآن کے سانچے میں ڈھال کر نازل کیا ہے۔ (نورالثقلین)

اس سورۃ میں کچھ فرشتوں کے نزول کا ذکر ہے، حضرت زکریا علیہ السلام پر فرشتہ نازل ہوا، بیبی مریم علیہ السلام پر نازل ہوا، روح پورا بشری شکل میں، دیگر انبیاء پر بھی فرشتے اترتے رہے جس کا دیگر سورتوں میں ذکر ہے – جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور حضرت لوط علیہ السلام پر۔

فرشتے اگر صرف مردوں پر اترتے تو ہم کہہ سکتے تھے کہ صرف "انبیاء" پر اترتے ہیں (یعنی ہر رجل، جس پر فرشتہ اترا، نبی ہوگا)۔ پر اس سورۃ میں "بیبی مریم" پر اترا۔ اور سورہ قصص/7 میں "اُمِ موسٰی" پر وحی ہوئی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ فرشتے صرف انبیاء پر نہیں نازل ہوتے۔ بلکہ نبوت سے ہٹ کر دوسرے لوگوں پر بھی نازل ہوسکتے ہیں۔ اور اُسی کی وضاحت اس آیت میں فرشتے دے رہے، کہ ہم اللہ کے امر سے ہر کسی پر نازل ہوسکتے ہیں۔ اور یہ ایک قسم سے نوید ہے ہر مومن و مومنات کے لیے۔ (پر یاد رہے بنی اسرائیلی کے نزدیک بیبی مریم بھی Prophet ہیں۔)

مزید سورہ قدر، ہر سال ہوتی، اس حساب سے ہر سال اس قدر والی رات فرشتے و روح نازل ہوتے۔

(یقینا خاتم النبینﷺ کے بعد کوئی شریعت کی وحی تو نہیں لاتے، اور نہ ہی کوئی ایسی خبر لاتے جو نبوت کے ساتھ مخصوص ہو۔)

اور آیت کا آخری حصہ "اللہ بھولنے والا نہیں" مطلب (یہ ہوسکتا کہ) اللہ اپنے مومن بندوں کی کوششوں کو بھولنے والا نہیں۔ اس لیے اگر فرشـــتوں کا ظاہری طور نزول ہو نہ ہو، پر اللہ بھولنے والا نہیں۔ آپ کی ســعی و کوشـــش اللہ کی راہ میں رکارڈیڈ ہے، اور اللہ تعالٰی بھولنے والا نہیں۔

65۔ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ مَا بَیۡنَہُمَا فَاعۡبُدۡہُ وَ اصۡطَبِرۡ لِعِبَادَتِہٖ ؕ ہَلۡ تَعۡلَمُ لَہٗ سَمِیًّا﴿۶۵٪﴾

وہ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے لہٰذا اسی کی عبادت کرو اور اسی کی بندگی پر ثابت قدم رہو، کیا اس کا کوئی ہمنام تمہارے علم میں ہے؟

(بلاغ القرآن)

انسان

66۔ وَ یَقُوۡلُ الۡاِنۡسَانُ ءَ اِذَا مَا مِتُّ لَسَوۡفَ اُخۡرَجُ حَیًّا﴿۶۶﴾

اور انسان کہتا ہے: جب میں مر جاؤں گا تو کیا میں زندہ کر کے نکالا جاؤں گا؟

(بلاغ القرآن)

قَالَ مَنۡ یُّحۡیِ الۡعِظَامَ وَ ہِیَ رَمِیۡمٌ ۷۸ (یٰس، 36:78)

67۔ اَوَ لَا یَذۡکُرُ الۡاِنۡسَانُ اَنَّا خَلَقۡنٰہُ مِنۡ قَبۡلُ وَ لَمۡ یَکُ شَیۡئًا﴿۶۷﴾

کیا انسان کو یاد نہیں ہے کہ یقیناً ہم نے اسے اس سے قبل بھی خلق کیا اور وہ کوئی شیء نہ تھا۔

(اظهر)

وقَدۡ خَلَقۡتُکَ مِنۡ قَبۡلُ وَ لَمۡ تَکُ شَیۡئًا (مریم، 19:9)

هَلۡ اَتٰی عَلَی الۡاِنۡسَانِ حِیۡنٌ مِّنَ الدَّهۡرِ لَمۡ یَکُنۡ شَیۡـًٔا مَّذۡکُوۡرًا ۱ (انسان، 76:1)

اِنَّا خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ نُّطۡفَةٍ اَمۡشَاجٍ (انسان 76:2)

یہ آیت بھی دو بار مکرر ہوتی۔ اور مفہومی اعتبار سے اس سورة کا ایک حصہ غالباً یہی بات سمجھانے کی کوشش کرتا ہے:

حضرت یحیٰی علیہ السلام کی ولادت، جب ان کے ماں باپ بالکل ضعیف ہوچکے تھے (روایات کے مطابق حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر 90 سال کے ہوچکی تھی، جب یہ دعا مانگی تھی)..

یعنی جب امید کی کوئی کرن باقی نہ تھی، تو اللہ سے دعا کرنے پر، مشکل ترین کام آسان ہو جاتا ہے۔ اور اللہ کہتا میرے لیے یہ بہت آسان ہے۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت، بغیر باپ کے، یعنی ناممکن کو ممکن بنا دیا، اور اللہ تعالیٰ کہتا، میرے لیے یہ بہت آسان ہے۔

پھر حضــرت ابراہیم علیہ الســلام کا ذکر۔ أولاد کے معاملے میں ان کو بھی بڑھاپے میں وارث ملے۔

یعنی اللہ چاہے تو بغیر والدین کے پیدا کرے، جیسے آدام و حوا۔
اللہ چاہے تو ایک والد سے پیدا کرے، جیسے حضرت عیسیٰ ؑ۔
اللہ چاہے تو دونوں والدین سے پیدا کرے جیسے ہر انسان۔
اللہ چاہے تو بڑھاپے میں اولاد دے، جب ظاہری اسباب ختم ہوچکے ہوں۔ جیســے حضــرت یحیٰ، حضــرت اســماعیل و اســحاق علیهم السلام۔

اگرچہ ہر انســـان نارملی ماں باپ کے جوڑے ســـے پیدا ہوتا ہے، پر جیسا کہ اللہ تعالیٰ آیت 9 میں کہتے "تمہیں بھی خلق کیا جبکہ اس سے پہلے تم بھی کوئی شے نہ تھے۔"... یعنی ماں باپ اس کے لیے صــرف ذریعے بنتے ہیں، ورنہ حقیقت میں انســـان پہلے معدوم ہوتا، کچھ بھی نہیں ہوتا، کوئی شـــیء نہیں ہوتا۔ (عدم سے وجود میں آیا، Nothing سے Something بنا۔)

جہنم

68۔ فَوَ رَبِّکَ لَنَحۡشُرَنَّہُمۡ وَ الشَّیٰطِیۡنَ ثُمَّ لَنُحۡضِرَنَّہُمۡ حَوۡلَ جَہَنَّمَ جِثِیًّا ﴿ۚ۶۸﴾

پس تیرے رب کی قسم، ہم ان سب کو محشور کریں گے اور شیطانوں کو (بھی) پھر سب کو جھنم کے پاس حاضر کریں گے گھٹنو کے بل۔
(اظھر)

📖 **اب یہ دیکھیے، قسم "تیرے" رب کی، اور "ہم" اکٹھا کریں گے... یہ وہ استعمالات ہیں جو عربوں کے لیے تو کوئی خاص بات نہیں تھے، پر پھر جب فلسفی لگے تو وہ سوچنے لگے لفظوں کو لیکر۔**
(مطالع قرآن @19)

✎ **اس طرح کا استعمال آیت 9 اور 21 میں آچکا، اُسی کو لیکر یہ بات بولی جا رہی۔**

69۔ ثُمَّ لَنَنۡزِعَنَّ مِنۡ کُلِّ شِیۡعَۃٍ اَیُّہُمۡ اَشَدُّ عَلَی الرَّحۡمٰنِ عِتِیًّا ﴿ۚ۶۹﴾

پھر ہم ہر گروہ میں سے کھینچ نکالیں گے ان کو جو رحمٰن کی سرکشی پر زیادہ شدید تھے۔
(اظھر)

📖 **ہر فرقہ و ہر جماعت میں سے سرکش افراد کو جدا کریں گے۔ اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ میدان قیامت میں لوگ گروہ در گروہ ہوں گے کیونکہ ہر شخص اپنے پیشوا کے ساتھ محشور ہو گا:**

یَوۡمَ نَدۡعُوۡا کُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِہِمۡ ۔۔۔۔ (۱۷ بنی اسرائیل: ۷۱)
قیامت کے دن ہم ہر گروہ کو اس کے پیشوا کے ساتھ بلائیں گے۔۔۔۔

📖 "شیعہ" سے مراد ہر مذہب، ہر ملت ہوسکتا ہے، پر لفظی معنی تو گروہ کا ہوتا ہے، ... شیعہ کی معنیٰ فرقہ نہیں، شیعہ کی معنی تو جماعت ہے، کمیونٹی کہہ لو، ٹولا کہہ لو، گروہ کہہ لو۔ فرقہ کیوں کہہ رہے ہو؟ ... اور اصل معنیٰ جو شیعہ کا ہے نا، وہ پارٹی کا ہے، کسی کا ساتھ دینے والی پارٹی، لفظی معنی تو یوں ہے، شیعہ کے لفظ کے بعد کوئی نہ کوئی مضاف علیہ understood ہوتا ہے۔ کہ شیعۃ فلاناً، کہ فلاں کا شیعہ۔ اس کا حامی۔ لفظ تو دونو چلے تھے بنو امیہ کے دور میں۔ شیعۃ بنو امیہ اور شیعہ علی۔ پھر ان پر لفظ "شیعہ" ہی غالب آگیا۔ اصل تو ہہے مراد "شیعۃ علی" اس لیے وہ خود کو شیعانِ حیدرِ کرار کہتے ہیں۔ ش ی ع کا معنی "ساتھ دینا" ہی ہوتا ہے۔ مشایعت یعنی ساتھ دینے والا۔ (حافظ احمد یار، مطالع قرآن @22)

✎ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت نوح کے شیعہ تھے۔ ۞ وَاِنَّ مِن شِيعَتِهٖ لَاِبرٰهِيمَ (صافات، 37:83)

✎ دو شخص لڑ رہے تھے، ان میں سے ایک حضرت موسٰی کا شیعہ تھا۔ هٰذَا مِن شِيعَتِهٖ (قصص، 28:15)

70۔ ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا﴿٧٠﴾

پھر ہم خوب جانتے ہیں ان میں سے ان کو جو اس میں داخل ہونے کے زیادہ مستحق ہیں۔

(اظھر)

ہر کسی کو جہنم پر وارد ہونا ہے؟

71- وَ اِنۡ مِّنۡکُمۡ اِلَّا وَارِدُہَا ۚ کَانَ عَلٰی رَبِّکَ حَتۡمًا مَّقۡضِیًّا ﴿ۚ۷۱﴾

اور تم میں سے کوئی نہیں مگر اس پر وارد ہونے والا ہے، یہ تمہارے رب کا حتمی فیصلہ ہے!

(اظھر)

قصہ ادریس میں حضرت ادریسؑ نے تین آیات کوٹ کی تھی، جن میں سے ایک یہ بھی تھی۔

72- ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّ نَذَرُ الظّٰلِمِیۡنَ فِیۡہَا جِثِیًّا ﴿۷۲﴾

پھر ہم نجات دے دیں گے ان کو جو متقی تھے اور ظالموں کو اس میں چھوڑ دیں گے گھٹنوں کے بل۔

(اظھر)

تمام مکلف انسانوں کو ایک مرتبہ جہنم میں وارد ہونا ہے۔

حَتۡمًا :واجب اور لازمی شئ کو حتمی کہتے ہیں. لسان العرب میں آیا ہے :حتمت علیہ الشئ اوجبتہ . میں نے اس پر حتمی یعنی واجب کر دیا۔ مَّقۡضِیًّا فیصلہ شدہ ہے جس میں تبدیلی ممکن نہیں ہے۔

یہاں خطاب تمام مکلف انسانوں سے ہے خواہ مؤمن ہوں یا کافر۔ اس پر دلیل بعد کی آیت ہے جس میں فرمایا : ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا پھر ہم تقویٰ والوں کو نجات دیں گے۔ وَّ نَذَرُ الظّٰلِمِیۡنَ اور ظالموں کو اس میں چھوڑ دیں گے۔ (کوثر)

📖 **کیا وَارِدُہَا میں ورود، حضـــور کے معنوں میں ہے یا داخل ہونے کے معنوں میں؟** کیونکہ یہ لفظ اگرچہ لغت میں پانی کا قصـــد کرنے اور پانی پر پہنچنے کے معنوں میں ہے جیســـا کہ اس آیت میں ہے :وَ لَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدیَنَ (۲۸ قصـــص:۲۳) جب مدین کے پانی پر پہنچے، لیکن اس لفظ کا اســـتعمال داخل ہونے کے معنوں میں بھی ہوا ہے جیسا کہ قرآن میں آیا ہے:

اِنَّکُمۡ وَ مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ حَصَـــبُ جَہَنَّمَ ؕ اَنۡتُمۡ لَہَا وٰرِدُوۡنَ (۲۱ انبیاء:۹۸)

بتحقیق تم اور تمہارے وہ معبود جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پوجتے تھے جہنم کاایندھن ہیں جہاں تمہیں داخل ہونا ہے۔

ان دونوں معنوں میں استعمال کی وجہ سے یہاں یہ مسئلہ پیدا ہوا کہ وَارِدُہَا میں وارد کے معنی حضـــور کے ہیں یا داخل ہونے کے ہیں۔

کیا مؤمن و غیر مؤمن ســـب جہنم میں داخل ہو جائیں گے؟ پھر مؤمنین کو نجات ملے گی یا ان سـب کو جہنم کے پاس حاضـر کیا جائے گا۔ (کوثر)

📖 پہلے نظریہ پر تین دلیلیں قائم کی جاتی ہیں:

اول: قرآن میں وارد داخل کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

دوم: یہ کہ ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِینَ اتَّقَوا پھر ہم تقویٰ والوں کو نجات دیں گے قرینہ ہے کیونکہ داخل نہ ہوئے ہوں تو نجات کس چیز سے۔

سوم: اس سلسلے میں وارد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں داخل ہونا مراد ہے۔

اس نظریہ پر یہ ســـوال آتا ہے کہ مؤمن جہنم میں کس لیے جائے گا؟

جواب دیتے ہیں: مؤمن کے لیے آتش جہنم گلزار بن جـائے گی جیســے حضـرت ابراہیم علیہ السـلام کے لیے آتش نمرود گلزار بن گئی تھی۔

دوســرا جواب یہ بھی دیتے ہیں: جہنم میں بعض مقامات ایســے بھی ہیں جہـاں آتش بـاعـث عـذاب نہیں ہوتی۔ خود جہنم کے زبائن (کارندے) جہنم میں ہوتے ہیں لیکن ان کو عذاب نہیں ہوتا۔

تیســرا جواب اس صــورت میں دیتے ہیں کہ مؤمن کا جســم آتش جہنم کو قبول نہیں کرتا جب کہ کافر کا جســـم جہنم کے لیے ایندھن بنتا ہے۔

اس سوال کے جوابات سے معلوم ہوا کہ اس نظریے کو قبول کرنے میں تکلف کرنا پڑ رہا ہے۔

دوسرے نظریے پر یہ دلائل قائم کرتے ہیں:

ا۔ وارد کے لغوی معنی حضـــور کے ہیں۔ لفظ جب قرینہ کے بغیر اســتعمال ہوتا ہے تو لغوی معنی مراد لیا جاتا ہے۔ ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِينَ اتَّقَوا قرینہ نہیں بنتا کیونکہ نجات، آتش جہنم میں داخل ہونے پر موقوف نہیں۔"آتش میں داخل ہونے سے نجات" مراد لی جا سکتا ہے۔

II. قرآن میں مؤمن کے بارے میں آیا ہے۔
اُولٰٓئِکَ عَنۡہَا مُبۡعَدُوۡنَ لَا یَسۡمَعُوۡنَ حَسِیۡسَہَا ۔۔۔۔ (۲۱ انبیاء:۱۰۱۔۱۰۲)
وہ اس آتش سے دور ہوں گے جہاں وہ اس کی آہٹ تک نہ سنیں گے۔

III. وہ روایات جو انسان کو صراط سے گزارنے کے بارے میں کثرت سے آئی ہیں، اس پر دلیل بنتی ہیں کہ وارد سے مراد حضور ہے اور ممکن ہے اس آیت کو ہم صراط پر تطبیق کریں۔

IV. دیگر متعدد روایات میں آیا ہے کہ مؤمن کو جنت میں داخل کرنے سے پہلے جہنم کے پاس ضرور لے جایا جائے گا تاکہ جنت کی نعمتوں کی قدر کرے۔ اسی طرح جہنمی کو جنت کے پاس سے گزارا جائے گا۔ (کوثر)

📖 اس آیت کا جو مفہوم عام طور پر سمجھا گیا ہے مجھے اس سے اتفاق ہے اور وہ یہ ہے کہ نوع انسانی کے تمام افراد کو جہنم کے اوپر "پل صراط" پر سے گزرنا ہوگا۔ گویا یہ وہی "الصراط" ہوگا جسے "صراط مستقیم" کہا گیا ہے' جس پر گامزن ہونے کے ہم دعوے دار ہیں۔ یہی صراط مستقیم قیامت کے دن "پل صراط" بن جائے گا۔ اہل جنت اس روشنی میں چلتے ہوئے جو انہیں عطا کی جائے گی بڑی سرعت اور آسانی کے ساتھ پل صراط کو پار کر کے جنت میں داخل ہوجائیں گے ' جبکہ اہل جہنم اندھیرے میں ٹھوکریں کھا کھا کر نیچے آگ میں گرتے جائیں گے۔ یہ مضمون سورۃ الحدید اور سورۃ التحریم کے مطالعے کے دوران زیادہ وضاحت سے بیان کیا جائے گا۔ بہر حال آیت زیر نظر کے مطابق ہر

انسان کو اس طریقے سے جہنم پر سے گزرنا ہوگا۔ اہل جنت کو اس پر سے گزارنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنی آنکھوں سے جہنم کا مشاہدہ کرلیں اور انہیں اندازہ ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ان کی مغفرت کر کے انہیں کس ہولناک انجام سے بچایا ہے۔ (اسرار احمد)

📖 "پل" فارسی کا لفظ ہے "صراط" عربی کا لفظ ہے۔ اور اس طرح یہ ٹرم مشہور ہوگیا۔ (مطالع قرآن 35@)

📖 مفسرین کا تصور ہے کہ داخل جہنم سب ہی ہوں گے چاہے مومنین ہوں۔ مگر دوسرے معنی یہ ہیں اور وہی درست معلوم ہوتے ہیں کہ گزریں گے اُدھر سے سب لیکن جو اہل ایمان ہیں وہ گزرتے ہوئے آگے بڑھ جائیں گے۔
آیاتِ قرآنی اسے تقویت دیتے ہیں جیسے:

- اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰۗىِٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۙ (انبیاء، 21:101)
بے شک جن کے لیے ہماری طرف سے بھلائی کا پہلے فیصلہ ہوچکا ہے، وہ اس سے دور رکھے جائیں گے۔

- لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ۚ ١٠٢
وہ اس کی آہٹ تک نہیں سنیں گے اور وہ اپنی دل پسند خواہشوں میں ہمیشہ رہیں گے۔
(فصل الخطاب)

- "وارد" لفظ کو "داخل" ہونے کی معنٰی میں لیں بھی (جیسا کہ کچھ احادیث میں آیا ہے)، یا "حاضر" ہونے کے مفہوم میں لیں جیسے جو احادیث "پلِ صراط" کی بات کرتی ہیں۔ اگر دونوں کو ملا دیں۔ تو پلِ صراط کو جہنم کے اوپر رکھنے کے بجائے اگر ایک tunnel کی شکل میں جھنم کے بیچوں بیچ سے گزاریں تو دونوں مفہوم درست ہوجاتے۔

یعنی جہنم کے اندر داخل ہونا بھی ہوگا اور وارد ہونا بھی ہوگا۔ اور عین ممکن ہے ہر شخص کا اپنے تقوٰی کی بنیاد پر الگ سے وارد ہونا ہو، کسی کو صرف دور سے دکھا دی جائے، تو کسی کو قریب سے، کسی کو اوپر سے گزار کر، تو کسی کو بالکل اندر سے سیر کرا کر۔ (واللہ اعلم)

پر حرفِ آخر، غالبا وارد ہر کسی کو ہونا ہے، پر متقی بچ جائیں گے، اور ظالم پھنس جائیں گے۔

- یاد رہے، وارد ہونے کو کہا گیا ہے، عذاب میں مبتلا ہونے کو نہیں، اس لیے جب سب وارد ہوں گے تو متقیوں پر اس کا عذاب اثر نہیں کرے گا۔ یعنی سورہ انبیاء کی آیات 101-102 اپنی جگہ درست ہیں، کہ (اگر وارد بھی ہوئے) تو جہنم کا عذاب سختی تکلیف ان تک نہیں پہنچے گی، (وہ اس سے دور رکھے جائیں گے) اور "اس کی آہٹ بھی نہیں سنیں گے" مطلب وہ اللہ کی طرف سے ایسی "شیلڈ" میں ہونگے کہ نہ جہنم کی گرمی ان تک

پہنچے گی، اور نہ وہاں کے خوفناک آوازیں ان تک پہنچے گی۔ پر ایک بار جنت میں جانے سے پہلے دیدار ضرور کرنا ہوگا۔

پر جو "ظالم" ہوں گے، جن پر جہنم کا پروانہ لکھ دیا گیا ہے، وہ اس میں ہمیشہ کے لیے جا پڑیں گے، وہ اس میں سے نکل نہ پائیں گے۔

📖 عربی متن:

"الْحُمَّى رَائِدُ الْمَوْتِ، وَسِجْنُ اللّٰہِ تَعَالَى فِي أَرْضِهِ، وَفَوْرُهَا مِنْ جَهَنَّمَ، وَهِيَ حَظُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ مِنَ النَّارِ"

"بخار موت کا پیش خیمہ ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے زمین پر ایک قید ہے، اس کی حرارت جہنم سے ہے، اور یہ ہر مومن کا جہنم میں سے حصہ ہے۔" (نورالثقلین، عربی، ج3، ص355)

سب وارد نہیں ہوں گے؟

✎ اس آیت کا ایک اور مفہوم ہے (اگر انشاء اللہ کلکیولیشن درست رہی)، اور یہ مفہوم غالباً کسی نے بیان نہیں کیا۔

✎ یہ مفہوم آیت 68 سے شروع ہوتا، پر بہتر 66 سے شروع کریں۔

آیت 66 میں اللہ تعالٰی فرماتے:

وَ يَقُوۡلُ الۡاِنۡسَانُ ءَ اِذَا مَا مِتُّ لَسَوۡفَ اُخۡرَجُ حَيًّا﴿۶۶﴾

اور انسان کہتا ہے: جب میں مر جاؤں گا تو کیا میں زندہ کر کے نکالا جاؤں گا؟

⇦ **اب اس طرح کا عقیدہ عموما سب لوگ نہیں رکھتے۔ سنتِ ابراہیم کے پیروکار مر کر جی اٹھنے پر یقین رکھتے ہیں۔ "مِتُّ" کے بعد "اُخرج حیا" پر یقین رکھتے۔ اس لیے جو اس طرح شک و شبھات میں میں پڑے ہوئے ہیں، صرف وہی مراد ہیں۔**

اس طرح اس "انسان" میں پہلے سے ہی کچھ چھانٹی ہوجاتی ہے۔ (یعنی سب انسان مراد نہیں ہیں۔ صرف وہی مراد ہیں جو اس طرح کا عقیدہ رکھتے، جو اللہ کو نہیں مانتے جو قیامت کو نہیں مانتے، جو نہیں مانتے کہ مر کر دوبارہ اٹھنا ہے، اس حساب سے جو ظالم ٹھرے)

پھر آیت 68 میں اللہ تعالٰی فرمائے:

ہم "اُن سب" کو اور "شیطانوں" کو بھی حاضر کریں گے اور جمع کریں گے جہنم کے پاس۔"

"شیطان" سرکشی کی معنٰی میں آتا ہے، ورنہ وہ اصلِ میں تو قومِ "جنات" ہیں۔ اور اگر یہاں "شیطان" کی جگہ "جنات" لفظ استعمال ہوتا تو سارے جنات حاضر ہوتے، اچھے برے سب۔ پر صرف شیطان کہا گیا تو مطلب سب حاضر نہیں ہوں گے، پر صرف ان میں سے جو شیاطین ہیں، سرکش و گناہگار۔

یعنی دونوں گروہ (شیعہ) میں سے تقسیم ہو گئی۔ جنات میں سے صرف شیطان، اور انسان میں سے صرف وہ جو نہیں مانتے کہ مر کر پھر دوبارا زندہ ہونا ہے، حساب کتاب ہونا ہے۔

پھر آیت 69، بہت کچھ واضح کر دیتی، کہ اللہ تعالیٰ فرماتے:
"پھر، ہم ہر گروہ میں سے کھیچ نکال لیں گے/الگ کردیں گے، جو رحمٰن پر سرکشی میں شدید تھے۔"

یہاں لفظ شیعہ یعنی گروہ کا اشارہ "انسانوں کا گروہ" اور "شیطان/جنات کا گروہ" کی طرف ہوسکتا... کیونکہ جنس الگ الگ ہیں، انسان اور شیطان، اس لیے الگ الگ لفظ استعمال کرنے کے بجائے ایک لفظ "شیعہ/گروہ" استعمال کیا گیا۔ کہ ان میں سے کچھ جو زیادہ سرکش تھے ان کو الگ کردیا جائے گا۔
یہاں بات کافی حد تک کلیئر ہوگئی، کہ اگر آیت 68 میں سب کے سب مراد لیں (سب انسان و جنات) تو آیت 69 میں ان میں سے کچھ کو الگ کر دیا گیا۔

یہ بات ذھن میں رہے، اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا "جہنمیوں کو الگ کردیں گے" بلکہ زیادہ وسیع مفہوم والا فریز استعمال کیا کہ "جو رحمٰن پر سرکشی میں سخت تھے"

اور آیت 70 اس بات کو دلیل کے طور پر واضح کردیتی ہے:
"اللہ خوب جانتا ان میں سے کون جہنم میں جھونکے جانے کا مستحق ہے۔"

☜ **اب آیت 71 میں صرف یہی گروہ (انسانوں اور جنات میں سے جس کو دوسروں سے جدا کر دیا گیا) جہنم پر "وارد" ہوں گے، جن کو آیت 68 کے بعد آیت 69 میں الگ کردیا گیا۔**

یعنی یہ کچھ لوگ ہوں گے (یعنی گروہ انس و جن میں سے)، جو جہنم پر وارد ہوں گے۔
پر خاص بات یہ ہے کہ ان وارد ہونے والوں میں بھی سب جہنمی نہیں ہیں! جیسا کہ آیت 70 نے واضح کیا۔ اگرچہ یہ رحمٰن پر سرکشی کرنے والے ضرور تھے۔ پر ان میں بھی کسی نہ کسی میں کوئی خاص نیکی، یا کوئی سفارش کا معاملہ ہوسکتا، چونکہ رحمٰن کی رحمانیت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔ اس لیے وہ لوگ آیت 72 میں اپنے کسی نیکی و تقویٰ کی وجہ سے بچا لیے جائیں گے۔

✎ **conclusion آیت 66 میں سب انسان مراد نہیں، صرف وہی جو اس طرح کا عقیدہ رکھتے، آیت 68 میں انسان کے ساتھ اسی طرح کا عقیدہ رکھنے والے شیطان بھی شامل ہوں گے۔ آیت 69 میں ان میں سے بھی مزید چھانٹی کی گئی اور جو زیادہ سرکش تھے ان کو الگ کردیا گیا۔ اب جو الگ ہوئے ان کو آیت 71 میں جہنم پر وارد کیا گیا۔ اب یہ اللہ کی رحمانیت ہے کہ اتنی چھانٹی کے باوجود، آیت 72 میں اللہ تعالٰی مزید ان میں سے بھی کچھ کو بچا لیں گے جن میں تھوڑی بھی نیکی پائی گئی۔**

- اس مفہوم میں "سب جہنم پر وارد نہیں ہوں" گے۔ صرف وہ جن پر جہنم کا پروانہ حتمی لکھ دیا گیا تھا، اور ایک وہ جو اصـــولی طور پر تو جہنمی تھے، پر اپنے کچھ نیک اعمال کی وجہ ســـے جہنم کے outer border پر تھے۔ جن کو بعد میں رحم کھا کر بچا لیا جائے گا۔

- اور philosophically یہ اس لیے بھی ضروری تھا، کہ جن کو جہنم سے بچا کر جنت میں ڈالا گیا، وہ کلی طور پر یہ نہ سمجھیں کہ وہ تو تھے ہی اس کے مســتحق۔ بلکہ ان کو پتہ ہونا چاہیے تم حقیقت میں "جھنم کے مســـتحق" تھے، بلکہ تمہیں اس کے اوپر "وارد" بھی کردیا گیا تھا۔ بس یہ اللہ کا رحم اور معافی تھی جو تمہیں مل گئی۔

- مثـال کے طور پر کوئی شـــخص امیر ترین بنـدہ ہو، کئی کمپنی /فیکٹریوں کا مالک ہو۔ پر خود کو "اللہ والا بندہ" ســمجھتا ہو، اور سادہ لباس، بغیر استری کیا ہوا پہنتا ہو، گریبان کھول کر رکھتا ہو، پیروں میں ســـادہ چپل پہنتا ہو، اپنی حجامت نہ کرواتا ہو، داڑھی اور بال کھلے چھوڑ دیتا ہو۔ اگر یہ چاہے تو اچھا لباس پہن ســـکتا ہے، اور کچھ grooming کرسـکتا ہے (جیسـا کہ سـورہ اعراف حکم بھی دیتی: خـذوا زینتکم... 7:31) کیونکہ توفیق تو رکھتـا ہے۔ پر اس نے یہ روش اختیار کی تاکہ لوگ اســـے "اللہ والا" ســـمجھے۔ (اور اللہ کہتا ہے سورہ نجم میں "فلا تزکوا انفسکم")

اب اس طرح کی کئی مثالیں ہوسکتی، جو لوگ خود کو ظاہری طور پر جنتی سمجھتے ہوں، پر باطنی طور پر ان کی ساری عبادت "ریاکاری" میں کائونٹ ہوتی ہو۔ اور وہ خود کو ٹیکنیکلی جہنم کا ہی مستحق بناتے ہیں۔ پر کیا بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ بالآخر ان کی "نادانی" کی وجہ سے ان کو معاف کردے۔

📖 زرتشتیوں (پارسی) کے ہاں پانچ نمازیں ہیں، اور أوقات بھی ہم سے ملتے جلتے ہیں۔ وہ زرتشت کو رسول مانتے ہیں.... ہندو بھی کہتے ہیں، ہم ان بُتوں کو تھوڑی مانتے ہیں، وہ تو اس کے پیچھے روح ہے۔ جیسے تم کعبہ کو سجدہ کرتے ہے، ہم بھی انہیں صرف concentration کے لیے سامنے رکھتے ہیں۔ بس۔ (مطالع قرآن @31)

مقام کس کے اچھے اور مجلس کس کی بہتر

73۔ وَ اِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا ۙ اَیُّ الۡفَرِیۡقَیۡنِ خَیۡرٌ مَّقَامًا وَّ اَحۡسَنُ نَدِیًّا ﴿۷۳﴾

اور جب ہماری کھلی آیات ان پر تلاوت کی جاتی ہیں تو جن لوگوں نے کفر کیا ایمان والوں سے کہتے ہیں دونوں فریق میں سے مکان کس کے اچھے اور مجلسیں کس کی بہتر ہیں۔
(اظھر + جالندھری)

- اَلۡہٰکُمُ التَّکَاثُرُ ۙ ۱ حَتّٰی زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ ؕ ۲ (تکاثر)
- اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ہو جائیں ایک دین پر تو ہم دیتے ان لوگوں کو جو منکر ہیں رحمٰن سے اُنکے گھروں کے واسطے چھت چاندی کی اور سیڑھیاں جن پر چڑھیں۔ (زخرف، 43:33)

74۔ وَ کَمۡ اَہۡلَکۡنَا قَبۡلَہُمۡ مِّنۡ قَرۡنٍ ہُمۡ اَحۡسَنُ اَثَاثًا وَّ رِءۡیًا ﴿۷۴﴾

اور کتنی امتوں کو اس سے قبل ہم نے ہلاک کیا جو اپنے اثاثوں اور شان شوکت میں زیادہ بہتر تھیں۔
(اظھر)

📖 قرن کی معنی بستی نہیں ہے، قرن کی معنی ہے "زمانہ"، اور کسی ایک زمانے کے جو لوگ ہوتے ہیں وہ قرن کہلاتے ہیں مثال بیسویں صدی کے سارے لوگ چاہے امریکا کے ہوں چاہے یورپ کے۔ پھر بعض دفعہ کسی علائقہ کے لوگوں کو۔ پر زیادہ تر کسی زمانے کے، جو ایک زمانہ جن کا ہوا ہے۔ یعنی معاصرِ گروہ، یعنی ہمعصر لوگ۔ (مطالع قرآن @42)

75۔ قُلۡ مَنۡ کَانَ فِی الضَّلٰلَۃِ فَلۡیَمۡدُدۡ لَہُ الرَّحۡمٰنُ مَدًّا ۬ۚ حَتّٰۤی اِذَا رَاَوۡا مَا یُوۡعَدُوۡنَ اِمَّا الۡعَذَابَ وَ اِمَّا السَّاعَۃَ ؕ فَسَیَعۡلَمُوۡنَ مَنۡ ہُوَ شَرٌّ مَّکَانًا وَّ اَضۡعَفُ جُنۡدًا ﴿۷۵﴾

کہو جو بھی گمراہی میں (مبتلا) ہے پس رحمٰن اس کو بڑی ڈھیل دیتا ہے، یہاں تک کہ وہ دیکھ لے جو ان سے وعدہ کیا گیا ہے، خواہ عذاب یا خواہ (قیامت کی)گھڑی، پس وہ جان لیں گے کہ کون ہے جس کے مکان بدترین ہیں اور کس کے لشکر زیادہ کمزور۔

(اظہر)

76۔ وَ یَزِیۡدُ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اہۡتَدَوۡا ہُدًی ؕ وَ الۡبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیۡرٌ عِنۡدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّ خَیۡرٌ مَّرَدًّا ﴿۷۶﴾

اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں اللہ ان کی ہدایت میں اضافہ فرماتا ہے اور آپ کے رب کے نزدیک باقی رہنے والی نیکیاں ثواب کے لحاظ سے بہتر ہیں اور انجام کے لحاظ سے بھی بہتر ہیں۔

(بلاغ القرآن)

اَلۡمَالُ وَ الۡبَنُوۡنَ زِیۡنَۃُ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ۚ وَالۡبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیۡرٌ عِنۡدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّخَیۡرٌ اَمَلًا ٤٦
(کہف، 18:46)

77۔ اَفَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ کَفَرَ بِاٰیٰتِنَا وَ قَالَ لَاُوۡتَیَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا ﴿۷۷﴾

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیات کا کفر کیا اور کہا کہ مجھے (آخرت میں بھی) مال اور اولاد سے لازماً نوازا جائے گا۔

(اسرار احمد)

"اور میں یہ گمان نہیں کرتا کہ قیامت قائم ہونے والی ہے اور اگر مجھے لوٹا ہی دیا گیا اپنے رب کی طرف تو میں لازماً پاؤں گا اس سے بھی بہتر پلٹنے کی جگہ"، (کہف، 18:36)

78۔ اَطَّلَعَ الۡغَيۡبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنۡدَ الرَّحۡمٰنِ عَهۡدًا ﴿۷۸﴾

کیا وہ غیب پر مطلعّ ہوچکا ہے؟ یا اس نے رحمن سے کوئی عہد لے رکھا ہے؟

(اسرار احمد)

79۔ كَلَّا ؕ سَنَكۡتُبُ مَا يَقُوۡلُ وَ نَمُدُّ لَهٗ مِنَ الۡعَذَابِ مَدًّا ﴿۷۹﴾

ہر گز نہیں ! ہم لکھ رکھیں گے جو کچھ وہ کہہ رہا ہے اور اس کے لیے عذاب کو ہم بڑھاتے چلے جائیں گے۔

(اسرار احمد)

80۔ وَّ نَرِثُهٗ مَا يَقُوۡلُ وَ يَاۡتِيۡنَا فَرۡدًا ﴿۸۰﴾

اور جو کچھ وہ کہتا ہے اس کے ہم مالک بن جائیں گے اور وہ ہمارے پاس اکیلا حاضر ہو گا۔

(بلاغ القرآن)

81۔ وَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوۡنُوۡا لَهُمۡ عِزًّا ﴿۸۱﴾

اور انہوں نے اللہ کے سوا دوسرے خدا بنا رکھے ہیں تاکہ وہ ان کے لیے باعث عزت بنیں۔

(اظھر)

82۔ كَلَّا ؕ سَيَكۡفُرُوۡنَ بِعِبَادَتِهِمۡ وَ يَكُوۡنُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ ضِدًّا ﴿۸۲﴾

ہرگز نہیں، (کل) یہ سب ان کی عبادت ہی سے انکار کریں گے اور ان کے سخت مخالف ہوں گے۔

(بلاغ القرآن)

کافروں پر شیطان مسلط

83۔ اَلَمۡ تَرَ اَنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا الشَّیٰطِیۡنَ عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ تَؤُزُّہُمۡ اَزًّا ﴿۸۳﴾

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ہم نے شیطانوں کو کافروں پر چھوڑ رکھا ہے
کہ جو انہیں برابر اکساتے رہتے ہیں۔
(جالندھری + حسین نجفی)

وَمَنۡ یَّعۡشُ عَنۡ ذِکۡرِ الرَّحۡمٰنِ نُقَیِّضۡ لَہٗ شَیۡطٰنًا فَہُوَ لَہٗ قَرِیۡنٌ ٣٦ (زخرف، 43:36)

- مطلب اللہ تعالٰی نے دنیا میں کچھ قانون بنائے ہیں، اب جو کفر کریگا، کافر ہوگا ان کے پیچھے شیطان پڑ جاتے ہیں، یعنی اللہ کی طرف سے کوئی dome، کوئی حفاظتی حصار ان کے لیے نہیں ہوتا، اس لیے شیاطین بھی اپنے مفاد یا تنگ کرنے کے خاطر ان کے پیچھے پڑ جاتے۔ جبکہ جو کلمہ پڑھ لے اور مسلمان ہوجائے تو وہ اللہ کی حفاظت میں آجاتا ہے۔ پھر شیاطین کا زور ان پر نہیں چلتا۔

- یہ منطق ایسے ہے، جب دو چیزیں آپس میں directly proportional ہوں۔ اگر "ایک چیز بڑھتی ہے، تو دوسری بھی بڑھتی ہے، اور جب دوسری بڑھتی ہے، تو ایک چیز مزید اور بڑھتی ہے..." جیسے گلوبل ورمنگ بڑھتی ہے، تو برف تیزی سے پگھلتی ہے اور سمندر کے سطح بڑھتی ہے، جب برف پگھلنے سے کم ہوتی اور سمندر کی سطح بڑھتی جاتے تو گلوبل ورمنگ مزید اور بڑھتی..."

اس طرح ایک بندہ جب گناہ کرتا تو وہ اللہ سے دور ہوتا جاتا۔ جب وہ زیادہ گناہوں میں مبتلا ہوتا جاتا، تو پھر اللہ بھی اس ســـے منھ پھیر لیتا۔ یعنی ایک غلط چیز کے بڑھنے ســـے دوســـری جانب وہ اچھی چیز کے ملنے ســـے بھی محروم ہوجاتا۔ اور اچھی چیز کی محرومی سے وہ مزید غلط کام کی طرف آسانی سے بڑھ سکتا... پھر جب وہ توبہ نہیں کرتا، اور واپس نہیں آتا، تو پھر وہ ہر طرف ســـے vulnerable ہوجاتا۔ پھر شــیاطین بھی اس کو ہر طرف ســـے آکر اسے جکڑ لیتے...

📖 ممکن ہے اللہ کی طرف سے کفار پر شـیطان کا تسـلط اس معنٰی میں ہو کہ انہوں نے اس کے لئے اپنے آپ کو تیار کر رکھا ہے اس کو کچھ اس طرح ســـے ســمجھا جاســکتا ہے کہ کوئی آدمی اپنے کتے کو نہ باندھے اور کوئی رکاوٹ بھی اس کے لیے کھڑی نہ کرے تو کہنے والے کہہ دیتے ہیں اس نے کتے کو چھوڑ دیا ہے۔ (تفسیر نور)

84۔ فَلَا تَعۡجَلۡ عَلَيۡهِمۡ‌ؕ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمۡ عَدًّا ﴿۸۴﴾

پس آپ ان پر (عذاب کے لیے) عجلت نہ کریں، ہم ان کی گنتی یقینا پوری کریں گے۔
(بلاغ القرآن)

متقین اللہ کے مہمان

85۔ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿۸۵﴾

اس روز ہم متقین کو خدائے رحمن کے پاس مہمانوں کی طرح جمع کریں گے۔

(بلاغ القرآن)

عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ۫ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ (دھر، 76:21)

ان (کے بدنوں) پر دیبا سبز اور اطلس کے کپڑے ہوں گے۔ اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۳۲ (نحل، 16:32)

جن کی روح فرشتے اس حالت میں قبض کرتے ہیں کہ وہ پاک ہیں فرشتے کہتے ہیں تم پر سلامتی ہو، جنت میں داخل ہوجاؤ اپنے اعمال کے بدلے میں

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے "یوم نحشر المتقین الی الرحمٰن وفدا" کی آیتِ مجیدہ کی تفسیر پوچھی تو آنحضرت نے جواب میں فرمایا:

اے علیؑ! معزز مہمان ہمیشہ سوار ہوکر ہی میزبان کے پاس جاتا ہے۔ متقین وہ ہیں جنھوں نے خدا کا تقویٰ اختیار کیا تو اللہ تعالٰی کی محبت کے مستحق بنے اور اللہ تعالٰی نے انھیں چُن لیا اور ان کے اعمال سے راضی ہوا اور ان کا نام "متقین" رکھا۔

اے علی! اس ذات کی قسم جس نے دانے کو شگافتہ کیا اور انسانی جان کو پیدا کیا، متقین خوب صورت چہروں سے قبور میں سے اٹھائے جائیں گے۔ اُن کے چہرے برف کی مانند سفید ہوں گے۔ انھیں دودھ کی مانند سفید کپڑے پہنائے جائیں گے۔ اُن کے جوتے سونے کے ہوں گے اور اُن کے تسمے موتیوں کے ہوں گے۔ ملائکہ جنت کی اُنٹنیاں لے کر اُن کا استقبال کریں گے اور

سواریوں کے ہودج دُر و یاقوت سے سجے ہوئے ہوں گے اور ان پر استبرق و سندس کے پردے پڑے ہوں گے اور اُن کی مہاریں زبرجد کی ہوں گی۔ وہ سواریاں پرواز کرکے محشر میں آئیں گی۔ ہر متقی کے ساتھ ایک ہزار فرشتے اس کے آگے اور دائیں بائیں ہوں گی۔ وہ انھیں بناسنوار کر کسی دلہن کی طرح سے جنت کے صدر دروازے پر لے جائیں گے۔

جنت کے دروازے پر ایک درخت ہوگا جس کی ایک ایک پتے کے سائے میں ایک لاکھ افراد بیٹھ سکیں گے۔ اس درخت کے دائیں اور بائیں جانب دو چشمے ہوں گے۔ وہاں پہنچ کر وہ دائیں طرف کے چشمے کا پانی پیئیں گے جس کا اثر یہ ہوگا کہ ان کے دلوں سے ہر طرح کا حسد اور کینہ دُور ہوجائے گا اور ان کے جسم سے غیر ضروری بال گر جائیں گے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَسَقٰىهُم رَبُّهُم شَرَابًا طَهُورًا (دھر، 76:21) "ان کا رب انھیں پاکیزہ مشروب پلائے گا۔"

اس کے بعد وہ بائیں طرف والے چشمے سے غسل کریں گے۔ وہ چشمہ زندگی ہوگا۔ اس چشمہ کا پانی پینے کے بعد ان پر موت نہیں آئے گی۔ پھر انھیں ہر طرح کی آفات، بیماریوں اور سعدی گرمی سے محفوظ کرکے عرشِ خداوندی کے سامنے لایا جائے گا۔ اس وقت رب العزت ملائکہ سے کہے گا: اے فرشتو! میرے ان اولیاء کو جنت میں لے جاؤ، انھیں باقی مخلوق کے ساتھ عرصہ محشر میں کھڑا نہ کرا۔ میری رضا ان کے لیے سبقت کرچکی ہے اور میری رحمت ان کے لیے واجب ہوچکی ہے، اس لیے میں نہیں

چاہتا کہ انھیں ان لوگوں کے ساتھ کھڑا کیا جائے جن کے نامہ اعمال میں نیکیوں کے ساتھ برائیاں بھی مجود ہیں۔

اس کے بعد ملائکہ انھیں جنت کی طرف لے جائیں گے۔ جب وہ جنت کے دروازے پر پہنچیں گے تو ملائکہ دروازے پر دستک دیں گے۔ دستک کی آواز سن کر حوریں انھیں جھانک کر دیکھیں گی اور وہ ایک دوسرے سے کہیں گی کہ اولیائے خدا آچکے ہیں۔ چناچہ اُ کے لیے جنت کا دروازہ کھول دیا جائے گا۔ وہ جنت میں قدم رکھیں گے تو ان کی جنتی بیویاں ان کا استقبال کریں گی اور کہیں گی ہمیں تمھارا بڑا انتظار تھا۔ ہم تمھیں خوش آمدید کہتی ہیں۔

اس کے جواب میں اولیائے خدا بھی کہیں گے کہ ہمیں بھی تمھاری دید کا بڑا اشتیاق تھا۔

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ اولیائے خدا کون ہوں گے؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی! تیرے وہ شیعہ ہوں گے جو تیری ولایت میں مخلص ہوں گے اور تو ان کا امام ہوگا۔ اُن کے متعلق اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے: "یوم نحشر المتقین الی الرحمٰن وفدا"، اور اس دن مجرموں کو دوزخ کی طرف یوں لایا جائے گا جیسا کہ پیاسے جانوروں کو ہانک کر لایا جاتا ہے۔

روضہ کافی اور محاسن برقی میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔

(تفسیر نورالثقلین، ج 5، ص 439-441، اردو)

86۔ وَّ نَسُوۡقُ الۡمُجۡرِمِیۡنَ اِلٰی جَہَنَّمَ وِرۡدًا ﴿۸۶﴾

اور مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسے جانوروں کی طرح ہانک کر لے جائیں گے۔

(بلاغ القرآن)

الَّذِیۡنَ تَتَوَفّٰىہُمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ ۪ فَاَلۡقَوُا السَّلَمَ مَا کُنَّا نَعۡمَلُ مِنۡ سُوۡٓءٍ ؕ بَلٰۤی اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌۢ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ۲۸ (نحل، 16:28)

جن (کی روحوں) کو قبض کرتے ہیں فرشتے اس حال میں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے تو (اس وقت) وہ اطاعت پیش کریں گے کہ ہم تو کوئی برے کام نہیں کر رہے تھے (تو فرشتے کہیں گے) کیوں نہیں اللہ خوب جانتا ہے اسے جو کچھ تم کر رہے تھے۔

87۔ لَا یَمۡلِکُوۡنَ الشَّفَاعَۃَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنۡدَ الرَّحۡمٰنِ عَہۡدًا ﴿۸۷﴾

کسی کو شفاعت کا اختیار نہ ہو گا سوائے اس کے جس نے رحمن سے عہد لیا ہو۔

(بلاغ القرآن)

📖 پہلی تفسیر یہ ہے کہ دوسروں کو شفاعت کرنے کا اختیار نہیں مل سکتا مگر اس ہستی کو جس نے اللہ سے شفاعت کے اختیار کا عہد لے رکھا ہے۔

دوسری تفسیر یہ ہو سکتی ہے کہ لَا یَملِکُونَ الشَّفَاعَۃَ شفاعت مل نہیں سکتی مگر ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ سے عہد لے رکھا ہے۔

ان دونوں تفسیروں میں سے پہلی تفسیر کی روشنی میں مشرکین کے نظریے کی رد ہے چونکہ مشرکین یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ان کے ارباب کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ دوسروں کی شفاعت کریں۔

یہ عہد کیا ہے؟ اس سلسلے میں مختلف اقوال کی طرف جانے سے بہتر ہے خود قرآن کی طرف رجوع کیا جائے۔ قرآن کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی منصب پر فائز ہونے کے لیے ایک عہد کی ضرورت ہے جس کے بغیر کوئی بھی کسی الٰہی منصب پر فائز نہیں ہوتا۔ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ (۲ بقرہ: ۱۲۴) دوسروں کی شفاعت کا اختیار حاصل ہونا ایک الٰہی منصب ہے اس لیے اللہ سے ایک خاص عہد کے مقام پر فائز ہونا چاہیے۔ (کوثر)

موت کے وقت وصیت نامه

📖 حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو موت کے وقت وصیت نہ کرے تو اس کی مروت میں کمی شمار ہوگی۔

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: یارسول اللہ! موت کے وقت کس طرح وصیت کرنی چاہیے؟

⇦ قال رسول الله صلى الله عليه و آله :من لم يحسن وصيته عند موته كان نقصا في مروته، قلت: يا رسول الله و كيف يوصى عند الموت؟ قال: إذا حضرته الوفاة و اجتمع الناس اليه قال: اللهم فاطر السموات و الأرض عالم الغيب و الشهادة الرحمن الرحيم، انى أعهد إليك في دار الدنيا انى أشهد أن لا اله الا أنت و حدك لا شريك لك، و ان محمدا عبدك و رسولك، و ان الجنة حق و ان النار حق و ان البعث حق و الحساب حق و القدر و الميزان حق، و ان الدين

كما وصـفت و ان السـلام كما شـرعت، و ان القول كما حدثت و ان القرآن كما أنزلت، و انك أنت الله الحق المبين، جزى الله محمدا خير الجزاء و حيا الله محمدا و آل محمد بالسلام،

- **رسـول خدا صـلی اللہ علیہ وآلہ وسـلم نے فرمایا: جب کسـی کو موت آنے لگے اور لوگ اس کے پاس جمع ہوجائیں تو وہ یہ کہے "اے پروردگار، اے آسمانوں و زمین کے خالق! اے غیب و حاضر کے جاننے والے! اے رحمٰن و رحیم خدا! میں دارِ دنیا میں رہتے ہوئے یہ إقرار کرتـا ہوں کـہ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے تو واحـدٌ لاشـریک ہے اور محمد مصـطفیٰؐ تیرے عبد اور رسـول ہیں، جنت حق ہے، دوزخ حق ہے، بعث حق ہے، حسـاب حق ہے، تقدیر و میزان حق ہے اور دین وہی ہے جیسـا کہ تونے بیان کیا ہے اور اسـلام وہی ہے جو تونے مقرر کیا ہے اور تیرا ہر فرمان سـچا ہے اور قرآن تیری نـازل کردہ کتـاب ہے تو خـدائے حق مبین ہے۔ اللہ تعـالٰی محمـد مصطفیٰؐ کو بہتر جزا دے اور محمدؐ و آل محمدؐ پر سلام ہوں۔**

- **اللهم يا عدتي عند كربتي و يا صـاحبي عند شـدتي و يا وليي في نعمتي: الهى و آله آبائي لا تكلني الى نفسـي طرفة عين، فانك ان تكلني الى نفسـي أقرب من الشـر و أبعد من الخير، فآنس في القبر وحشتي، و اجعل لي عهدا يوم ألقاك منشورا،**

ثم يوصـى بحاجته و تصـديق هذه الوصـية في سـورة مريم عليها السلام في قوله عز و جل:

»لا يَمْلِكُونَ الشَّفاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمنِ عَهْداً «

**فهذا عهد الميت و الوصــية حق على كل مســلم أن يحفظ هذه الوصــية و يتعلمها، و قال علي عليه الســلام: علمنيها رســول الله صلى الله عليه و آله، و قال:
علمنيها جبرئيل عليه السلام.**

- **اے پروردگار! (تو ہی) میری مصــیبت کے وقت میرا مددگار ہے اور میری شـدت کے وقت میرا ساتھی ہے اور میری نعمتوں میں میرا ولی ہے، میرے آبا واجداد کے معبود! مجھے ایک لمحہ کے لیے بھی میرے نفس کے حوالے نہ کرنا. اگر مجھے میرے نفس کے سـپرد کردیا تو میں بُرائی کے قریب ہوجاؤں گا اور بھلائے سے دور ہوجاؤں گا. قبر میں میری وحشــت کو اُنس ســے تبدیل کرنا اور جس دن میں تجھ ســے ملاقات کروں تو میرے لیے اس دن کے عہد مقرر کرنا.**

**اس کے بعد مرنے والا اپنی حاجات کی وصـیت کرے. اس وصـیت کی تصدیق سورہ مریم کی اس آیت سے ہوتی،
لایملکون الشفاعۃ الا من اتخذ عندالرحمٰن عھدا،
یہ عہدِ میت ہے اور وصـیت کرنا ہر مسـلمان کے لیے ضـرور ہے. ہر مسـلمان کو چاہیے کہ وہ اس وصـیت کی تعلیم حاصـل کرے اور اسے زبانی یاد کرے.
حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسـلم نے یہ وصــیت نامہ مجھے تعلیم فرمایا اور آنحضــرت نے فرمایا کہ مجھے یہ وصـیت نامہ جبرئیلؑ نے تعلیم کیا ہے.**

الکافی اور تہذیب الاحکام میں بھی یہ روایت انھی الفاظ سے مرقوم ہے۔ (تفسیر نورالثقلین اردو، ج5، ص441) (نورالثلین عربی متن)

📖 **قرآن میں شفاعت کی شرائط مقرر ہیں اس طرح نہیں ہے کہ ہر شخص شافعی کسی کو بنالے۔۔ (تفسیر نور)**

لم یلد ولم یولد

88۔ وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحۡمٰنُ وَلَدًا ﴿۸۸﴾

اور کہتے ہیں رحمٰن نے بیٹا بنا لیا ہے۔

(اظھر)

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبۡحٰنَهٗ ؕ (بقرہ، 2:116)

بَدِيۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌ؕ اَنّٰى يَكُوۡنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمۡ تَكُنۡ لَّهٗ صَاحِبَةٌ‌ؕ (انعام، 6:101)

اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ‌ ؕ سُبۡحٰنَهٗۤ اَنۡ يَّكُوۡنَ لَهٗ وَلَدٌ‌ ۘ (نساء، 4:171)

وَقَالَتِ الۡيَهُوۡدُ عُزَيۡرُ ۨابۡنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الۡمَسِيۡحُ ابۡنُ اللّٰهِ‌ؕ ذٰ لِكَ قَوۡلُهُمۡ بِاَفۡوَاهِهِمۡ‌ۚ (توبہ، 9:30)

89۔ لَقَدۡ جِئۡتُمۡ شَيۡئًا اِدًّا ﴿۸۹﴾

بتحقیق تم بہت سخت بیہودہ بات (زبان پر) لائے ہو۔

(بلاغ القرآن)

90۔ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرۡنَ مِنۡهُ وَ تَنۡشَقُّ الۡاَرۡضُ وَ تَخِرُّ الۡجِبَالُ هَدًّا ﴿۹۰﴾

قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر جائیں۔

(بلاغ القرآن)

91۔ اَنۡ دَعَوۡا لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدًا ﴿۹۱﴾

که انہوں نے رحمٰن کے لیے اولاد کا دعوٰی کیا۔
(اظھر)

92۔ وَ مَا یَنۡۢبَغِیۡ لِلرَّحۡمٰنِ اَنۡ یَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿۹۲﴾

اور رحمٰن کے شایانِ شان نہیں کہ کسی کو بیٹا بنا لے۔
(اظھر)

93۔ اِنۡ کُلُّ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ اِلَّاۤ اٰتِی الرَّحۡمٰنِ عَبۡدًا ﴿۹۳﴾

نہیں ہے آسمانوں اور زمین میں مگر کل کے کل رحمٰن کے پاس عبد بن کر آنے والے ہیں۔
(اظھر)

قَالَ اِنِّیۡ عَبۡدُ اللّٰہِ ۟ؕ(مریم، 19:30)

لَنۡ یَّسۡتَنۡکِفَ الۡمَسِیۡحُ اَنۡ یَّکُوۡنَ عَبۡدًا لِّلّٰہِ وَلَا الۡمَلٰٓئِکَۃُ الۡمُقَرَّبُوۡنَ ؕ وَمَنۡ یَّسۡتَنۡکِفۡ عَنۡ عِبَادَتِہٖ وَیَسۡتَکۡبِرۡ فَسَیَحۡشُرُہُمۡ اِلَیۡہِ جَمِیۡعًا ۱۷۲ (نساء، 4:172)

مسیح کو ہرگز اللہ کا بندہ بننے سے عارنہ ہوگا اورنہ مقرب فرشتوں کو عار ہوگا اور جو اللہ کی بندگی سے عار کرے گا اور تکبر کرے گا تو اللہ ضرور سب کو اپنے پاس جمع کرے گا۔

قُلۡ اِنۡ کَانَ لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدٌ ٭ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الۡعٰبِدِیۡنَ ۸۱ (زخرف، 43:81) "

آپ ان سے کہیے کہ اگر رحمٰن کا کوئی بیٹا ہوتا تو سب سے پہلا اس کی عبادت کرنے والا میں ہوتا۔

اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ۔ (کوثر)

94۔ لَقَدۡ اَحۡصٰہُمۡ وَ عَدَّہُمۡ عَدًّا ﴿۹۴﴾

بتحقیق اس نے ان سب کا احاطہ کر رکھا ہے اور انہیں شمار کر رکھا ہے۔
(بلاغ القرآن)

95۔ وَ كُلُّهُمۡ اٰتِيۡهِ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ فَرۡدًا﴿۹۵﴾

اور قیامت کے دن ہر ایک کو اس کے سامنے تنہا حاضر ہونا ہے۔
(بلاغ القرآن)

96۔ اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجۡعَلُ لَهُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا﴿۹۶﴾

جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال بجا لائے ہیں ان کے لیے رحمٰن عنقریب دلوں میں محبت پیدا کرے گا۔
(بلاغ القرآن)

رَبَّنَاۤ اِنِّیۡۤ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجۡعَلۡ اَفۡئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَہۡوِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ وَارۡزُقۡہُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّہُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ ۳۷ (ابراہیم، 14:37)
پروردگار ، میں نے ایک بےآب وگیاہ وادی میں اپنی اولاد کے ایک حصے کو تیرے محترم گھر کے پاس لا بسایا ہے۔ پروردگار ، یہ میں نے اس لیے کیا ہے کہ یہ لوگ یہاں نماز قائم کریں ، لہٰذا تو لوگوں کے دلوں کو ان کا مشتاق بنا اور انہیں کھانے کو پھل دے ، تاکہ (تیرا) شکر کریں۔

📖 **اس مفہوم کی تائید میں حضرت علی علیہ السلام کے اس فرمان سے ہوتی ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اگر میں اپنی تلوار سے مومن کی ناک پر زخمی کردوں کہ وہ مجھ سے بُغض رکھے، پھر بھی وہ مجھ سے بغض نہیں رکھے گا اور اگر میں دنیا بھر کی دولت منافق کو دے دوں کہ وہ مجھے سے محبت رکھے تو پھر بھی وہ مجھ سے محبت نہیں کرے گا۔ اس بات کا نبی کی زبان سے فیصلہ ہوچکا ہے۔ آنحضرت نے مجھ سے فرمایا کہ مومن تجھ سے بُغض نہیں رکھے گا اور منافق تجھ سے محبت نہیں کرے گا۔ (نورالثقلین)**

97۔ فَاِنَّمَا يَسَّرۡنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الۡمُتَّقِيۡنَ وَ تُنۡذِرَ بِهٖ قَوۡمًا لُّدًّا﴿۹۷﴾

بس ہم نے اس قرآن کو تمھاری زبان میں اس لئے آسان کردیا ہے کہ تم متقین کو بشارت دے سکو اور جھگڑالو قوم کو عذاب الٰہی سے ڈرا سکو۔
(علامہ جوادی)

ولقديّسر ناالقرآن للذكر فهل من مدّ كر (قمر)

"آپ کی زبان میں آسان کردیا ہے": کا کیا مطلب؟

اس کا ایک مطلب یہ ہوسکتا کہ قرآن "کتابِ مبین" میں جس زبان/ جس کوڈنگ میں لکھا گیا ہے، وہ پڑھنا اور سمجھنا کسی عام بندے کی بات نہیں۔
پر نزول کے بعد وہ ڈی-کوڈ ہوکر جب آسان عربی میں نبی کی زبان سے جاری ہوتا تو پھر ہر عام و خاص کے لیے اس کو پڑھنا ور سمجھنا بہت آسان ہوجاتا۔

یعنی اگر اللہ چاہتا تو عربی میں ہی اس کو بہت مشکل ترین الفاظوں کے ساتھ نازل کرسکتا تھا، پر اسکے بجائے بہت آسان الفاظ میں نازل کیا (جیسا کہ مشہور ہے قرآن کے اگر 2000 ٹپکیل الفاظ کی معنی سمجھ لی جائے تو 80٪ قرآن آپکو سمجھ میں آنے لگے گا۔ یعنی صرف 2000 الفاظوں کو سیکھنا، جو اتنا مشکل کام نہیں ہے، کہ جس کے سیکھنے کے بعد بندہ کم سے کم 80٪ تو قرآن عربی متن سے ہی سمجھ سکتا ہے۔ یہ قرآن اتنا آسان ہے۔)

قرآم مشکل ہے، تفسیر لائو

تیسری تفسیر اس کی یہ کی گئی ہے، جس کی وکالت علامہ نقن صاحب نے اور علامہ محمد حسین نجفی صاحب نے بھی کی ہے کہ: قرآن کے نازل ہونے کے بعد نبی اکرم ﷺ جو تفسیر بیان کرتے تھے، یہ آیت اس کی بات کر رہی۔ کہ وہ تفسیر آپ کی زبان پر آسان کردی...اور وہ یہ بھی کہتے ہیں:

"قرآن کو "آسان" کہہ کے تفسیر سے بے نیازی کا دعوٰی کرنے والے دیکھیں کہ قرآن نے اس آسانی کو زبان پیغمبر ﷺ سے وابستہ کیا ہے۔ اس لیئے زبان کے بیان کو چھوڑ کر اگر قرآن کو بطور خود دیکھیے تو اُسے آپ کا آسان سمجھنا غلط ہوگا، اور اسے بطور خود سمجھ کر نتائج آپ نکالیں گے، وہ بھی غلط ہوگا۔ (فصل الخطاب، ج 2.4، ص 592)

"لہٰذا جو لوگ یہ ڈھندورا پیٹا کرتے ہیں کہ قرآن بالکل آسان ہے اور وہ کسی تفسیر کا محتاج نہیں ہے انہیں اس آیت کی روشنی میں اپنے اس دعوٰی پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔" (فیضان الرحمٰن، ج 6، ص 82)

میں اس بات کے بالکل خلاف ہوں۔ کہ قرآن کو سمجھنے کے لیے تفاسیر کو سہارا لیا جائے۔

اور بڑے بڑے مفسرین کی اس بات کی تائید کرنا، بڑی جراءت آمیز بات کہی جا سکتی کہ، "قرآن تفسیر کا محتاج ہے"، یعنی اللہ کا کلام محتاج ہے، یعنی اللہ کا کلام بندے کے کلام کا محتاج ہے!!

یعنی وہ کہہ رہے کہ جب تک کوئی بندہ کسی بندہ کا کلام (تفسیر) نہ پڑھے تب تک اسے خالق کا کلام سمجھ میں نہیں آئے گا! عجیب بات ہے جس خالق نے انسان کو خلق کیا، وہ اس کی رگ رگ سے واقف ہے، اور مزید اُسی نے اس انسان کو پڑھایا، قلم سے لکھنا سکھیا، اور بیان کرنا سکھایا "اقراء"، "نٓ وَالقَلَمِ وَمَا يَسطُرُونَ ١"، "عَلَّمَ القُرآنَ ٢"، "عَلَّمَهُ البَيَانَ ٤" .
اُسی کا کلام معاذ اللہ سمجھنا سب سے مشکل ہوگیا؟
جبکہ وہ کہہ بھی رہا: وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

نبی کریمﷺ کی تفسیر سر آنکھوں پر، پر یہ بات بھی صرف اُس صورت میں درست ہے جب نبی کریمﷺ زندہ ہوں، اور آپ کے سامنے اسے بیان کر رہے ہوں۔ یہی بات اماموں کے حوالے سے بھی کہی جا سکتی۔
پر نقل کرنے والوں کی ایک لمبی چین جو کئی صدیوں پر محیط ہو، اور پھر کتابوں میں لکھی گئی، اور پھر ان کتابوں پر بھی وقت فوقتا آپریشن ہوتے رہے، کسی نے کچھ کم کردیا تو کسی نے کچھ زیادہ کر دیا۔ پھر ترجموں میں کچھ مفہوم ضائع ہوتا گیا، پھر پرنٹنگ میں ٹائپو مسٹیک ہوتا رہا... اور پھر جاکر جو چیز ہمیں 1400 سال ملی، وہ پھر واللہ اعلم اصل سے کتنا انحراف پر تھی۔

اس لیے اس طرح کے ساری حدیث جو کہتی نبی کی سنا، امام کی سنا... وہ زندہ نبی زندہ امام کی بات کرتی ہیں. جب وہ زندہ آپ کے سامنے ہوں اور کچھ بیان کریں کسی چیز کی وضاحت کریں تو پھر ایک بات ہے.
(باقی کتابوں میں لکھی باتوں پر تو ہر فرقہ معتقد ہے کہ سب صحیح نہیں ہے، اور جب کسی حدیث پر اعتراض اٹھتا تو پھر صحیح حدیث کو ضعیف بنانے میں دیر نہیں لگتی.)

اصل بات یہ ہے "اللہ کا کلام کا صحیح مفہوم صرف اتنا ہی ہے جتنا اللہ نے بیان کیا ہے. اب اس سے ایک زیر زبر بھی کم یا زیادہ کرنا، اصل مفہوم سے دور تو جاسکتے، پر اس سے زیادہ قریب کبھی نہیں آسکتے."
اب بندوں نے جتنی بھی تفاسیر لکھی ہیں، وہ اپنے شوق سے لکھی ہیں. (اب شوق سے لکھی ہیں، یا پیسوں کے خاطر لکھی ہیں، یا شہرت کے خاطر لکھی ہیں، واللہ اعلم... جو جس نیت سے لکھتا، ویسا ہی اجر پاتا...)
"پر اللہ کا کلام کسی اپنے بیان میں کسی دوسرے کلام کا محتاج نہیں." ہو ہی نہیں سکتا، ورنہ یہ blasphemy ہوجائیگی، کہ کوئی کہے اعوذ باللہ "کہ خدا ایک چیز کو صحیح وضاحت سے بیان نہ کر سکا، اب آئو میں آپ کو بتاتا ہوں کہ کیا لکھا ہے، اور اس کا کیا مطلب ہے..."

اگر "تفسیر" کا مطلب "کھول کر بیان" کرنا ہے تو یہ لفظ "تفسیرِ قرآن" ہی اپنے آپ میں غلط ہے۔ کیا اللہ کے کلام کو کوئی اللہ کا بندہ زیادہ کھول کر بیان کر سکتا ہے؟

یہ بات سمجھنے کے لیے آپ دنیاوی بندوں کی مثال ہی لے لیں۔ اگر کوئی بہت ذہین بندہ کوئی بات بولتا ہے، (تو وہ اتنا پرفیکٹ ہوسکتا کہ) اس سے ایک لفظ کم یا زیادہ کرنا، معنی و مفہوم بدل سکتا ہے۔ عموماً وکلا یا فلاسفہ اس بات کو اچھے سے سمجھ سکتے ہیں، کہ جب وہ کوئی جچی تلی بات بولی جاتی، اور کوئی دوسرا بندہ ان کے الفاظ کو اپنے الفاظ میں دوہراتا تو ان کو بعض اوقات کئی بار روک کر کریکشن کرنی پڑتی کہ "نہیں میں نے یہ نہیں کہا۔"
مثال اگر امام علی علیہ السلام کے خطبوں کو کوئی عام بندہ اپنے الفاظ میں بیان کرنے کی کوشش کرے اور اگر وہ ذہین اور عالم ہو اور اگر اپنا best بھی دے تب بھی وہ اصل سے پھر بھی کم رہے گا جبکہ فصاحت و بلاغت کی چاشنی بھی ختم ہوجائیگی۔ یہ تو ہم نے ذھین، بہترین کو پکڑا تب بھی، معنی مفہوم میں فرق آیا، فصاحت گئی، بلاغت گئی، اندازِ بیاں کی چاشنی گئی۔
اور اگر کم عقل کو لیں تو پھر تو بیڑا غرق کر کے رکھ دے۔

کوئی مسلمان (خصوصاً سنی) یہ نہیں کہے گا نبی اکرمﷺ کے خطبات و احادیث کو سمجھنے کے لیے فلاں مولوی کی شرح پڑھنا ضروری ہے۔ اور نبی اکرمﷺ کے کلام کو کوئی نہیں سمجھ

سکتا جب تک فلاں کی شرح نہیں پڑھی جاتی۔ رسول کا کلام مولویوں کی تشریحات کا محتاج ہے۔

جب آپکو اللہ کے بندوں کے کلام کے متعلق یہ کہنا گوارہ نہیں تو پھر اللہ کے کلام کے لیے یہ بات اتنی آسان کیسے کہی جاتی۔ "قرآن مشکل ہے، تفسیر کی روشنی میں پڑھو!"

جب کہ اللہ کا کلام کہتا ہے:

- **وَلَقَدْ يَسَّرْنَا ٱلْقُرْءَانَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ**
(قمر، 32)
اور البتہ تحقیق ہم نے آسان کردیا قرآن کو نصیحت کے لیے پھر ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔

- **فَإِنَّمَا يَسَّرْنَـٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ**
(دخان، 85)
تو (اے نبی ﷺ !) ہم نے اس قرآن کو آسان کردیا ہے آپ کی زبان پر تاکہ یہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔

- **قَدْ فَصَّلْنَا ٱلْـَٔايَـٰتِ لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ**
(انعام، 6:98)
ہم نے تو اپنی آیات کو واضح کردیا ہے ان لوگوں کے لیے جو سمجھ بوجھ سے کام لیں۔

- **كِتَـٰبٌ فُصِّلَتْ ءَايَـٰتُهُۥ قُرْءَانًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ**
(فصلت، 41:3)
یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی آیات خوب کھول کھول کر بیان کردی گئی ہیں قرآن عربی کی صورت میں ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہوں۔

- **كِتَـٰبٌ أَنزَلْنَـٰهُ إِلَيْكَ مُبَـٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوٓا۟ ءَايَـٰتِهِۦ وَلِيَتَذَكَّرَ أُو۟لُوا۟ ٱلْأَلْبَـٰبِ**

(ص،38:29)
(اے نبی ﷺ !) یہ کتاب جو ہم نے آپ پر نازل کی ہے بہت بابرکت ہے تاکہ وہ اس کی آیات پر تدبر کریں اور ہوش مند لوگ اس سے سبق حاصل کریں۔

إِنَّ هَـٰذَا ٱلْقُرْءَانَ يَهْدِى لِلَّتِى هِىَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ ٱلْمُؤْمِنِينَ ٱلَّذِينَ يَعْمَلُونَ ٱلصَّـٰلِحَـٰتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا

(اسراء، 17:9)
یقیناً یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو بہت ہی سیدھا ہے اور ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں اس بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے۔

یہ بات بھی ذھن میں رہے کہ سورہ طٰہٰ کی آیت کے مطابق

وَلَا تَعۡجَلۡ بِالۡقُرۡاٰنِ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يُّقۡضٰۤى اِلَيۡكَ وَحۡيُهٗ‌ وَقُلْ رَّبِّ زِدۡنِىۡ عِلۡمًا ١١٤
(طہ، 20:114)

اللہ پاک حضور کو بھی حکم دیتے کہ قرآن میں عجلت سے کام نہ لیں اور کہیں رب زدنی علما۔

جب نبی کی ذات، جن پر قرآن ڈائریکٹ اترا، ان کو بھی حکم دیا جا رہا کہ علم میں اضافے کی دعا کریں۔ اور قرآن میں عجلت سے کام نہ لیں۔ اور وہاں کچھ مفسرین نے یہ بات بھی بولی ہے کہ اس کا مطلب قرآنی آیات کو بیان کرنے سے پہلے اس کو پوری طرح سمجھ لیں اور دوسری آیات پر پرکھیں، پھر بیان کریں، اسی لیے "رب زدنی علما" کا حکم ہے۔

اب نبی اکرم کی ذات بھی "ولا تعجل" کی روشـــنی میں اللہ کے کلام ســـے آگے نہیں بڑھتی، پر آج کـا مولوی کہتـا ہے، قرآن کو سـمجھنے کے لیے فلاں غیر معصـوم کی تفسـیر ضـروری ہے، بلکہ قرآن اس کا محتاج ہے، اور مشـکل ہے، اور سـمجھ سـے بالاتر ہے! (اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم)

✎ اب کوئی مجھ پر بھی اعتراض کر سـکتا کہ آپ نے جو یہ لکھی ہے تفسیر نہیں تو کیا ہے؟

اسکا جواب یہ ہے کہ، بندہ حقیر اس کو "تفسیر" سمجھ کر نہیں لکھ رہا، اور نہ ہی اسے تفسیر کا نام دے رہا۔

ہاں یہ کم عقل و علم کی طرف ســـے ایک "مطالعہ" ہے، اپنے دوستوں کے لیے۔

یعنی میں نے "قرآن کے مطالعہ" کے دوران کیا کیا دلچسپ چیزیں پائیں، مترجمین کے درمیـان کیـا کیـا اختلاف پایا، مفســـرین کے درمیـان کس کس آیـت کے مفہوم میں کیـا کیـا مختلف چیزیں پائیں۔ وغیرہ۔

دوسری بات: اس کو لکھنے کا بنیادی مقصد، میری اپنی ذات ہے، یعنی میں صـــرف اپنے لیے لکھ رہا ہوں۔ اپنی علم و حکمت کی روشـنی میں اپنی سـمجھ بوجھ کے خاطر، اور صـرف اپنی ہدایت اور عقل کے لیے۔ اگر بعد میں اس ســـے دوســـرے مســـتفید ہوتے ہیں، تو اگر اللہ نے چاہا تو پھر اللہ بہتر جانے۔

تیسری بات: جو اللہ کا کلام ہے، اپنے اصلی عربی متن میں، بس وہی اصل چیز ہے۔ بندے کو چاہیے کہ عربی سیکھے اور اصل متن کو سمجھنے کی کوشش کرے۔

چوتھی بات: لکھنے کا ایک مقصد، بس مختلف میجر تفاسیر میں سے کچھ اچھی چیزوں کوڈھونڈ کر نکال کر نقل کرنا ہے۔ جو آیت کی مناسبت سے بندے کی صحیح علم میں اضافہ کرے۔ اور غلط یا غیر مستند معلومات کو چھوڑا جا سکے۔

- حالانکہ بہت زیادہ لکھنا اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے، کوئی چاہے تو ایک ایک سورة پر ہزار ہزار صفحات لکھ سکتا ہے۔ پر اصل بات "قرآن کی طرف دعوت" دینا ہے۔

اور ان سب غلط تعلیمات سے جو غلط ہے، غیر مستند ہے، فضول ہے، بے کار ہے، وقت کا ضیاع ہیں سے جان چھڑانا ہے۔ یعنی ہمارے اس "آخری دور" میں "علم حاصل" کرنا اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے، پر اصل مسئلہ غلط و بے کار علم" سے جان چھڑانا ہے۔

یعنی پچھلے 1400 سالوں میں ہمارے پاس اتنی تفاسیر اتنی احادیث، اتنا کچھ مواد جمع ہوچکا ہے کہ اب learn کرنا مسئلہ نہیں، بلکہ un-learn کرنا اصل جہاد بن گیا ہے۔

98۔ وَكَمۡ اَهۡلَكۡنَا قَبۡلَهُمۡ مِّنۡ قَرۡنٍ‌ؕ هَلۡ تُحِسُّ مِنۡهُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ اَوۡ تَسۡمَعُ لَهُمۡ رِكۡزًا‏ ﴿۹۸﴾

اور ہم نے ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کیا ہے۔ کیا آج آپ کہیں بھی ان میں سے کسی ایک کا نشان پاتے ہیں یا ان کی کوئی آہٹ سنتے ہیں؟

(بلاغ القرآن)

درسِ سورۃ

- **اللہ چاہے جس کو جس طرح "عطا" کرے، کبھی بڑھاپے میں اولاد عطا کرتا، تو کبھی بغیر باپ کے عطا کرتا۔ اللہ کے "صادق" اللہ سے جب دعا مانگتے ہیں، تو وہ کبھی مایوس نہیں ہوتے۔ لسان صدق علیا، جہنم پر وارد ہونا ہے، وحی کی قسمیں، فرشتوں کا نزول، اور متقیوں کی مہمانداری اللہ کے حضور کیا مہمانداری ہوگی۔ ابنِ مریم، مریم کےبیٹے ہیں صرف۔ اللہ "لم یلد ولم یولد" ہے۔**

الحمد للہ رب العٰلمین

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ

اظھر حسین ابڑو (اللَّهُمَّ ٱغْفِرْ لَهُ وَٱرْحَمْهُ وَعَافِهِ وَٱعْفُ عَنْهُ)

9 – جنوری 2024 رات 12:37

10 جولاء 2025